نفع اور نقصان صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

《 يَا غُلَامُ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى أَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجُفَّتِ الصُّحُفُ 》 [ترمذی:۲۵۱۶ فی الزھد وَقَالَ: حَسَنٌ صَحِيْحٌ]

''اے لڑکے! اللہ تعالیٰ (کے دین) کی حفاظت کر اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو اسے اپنے سامنے ہی پاؤ گے۔ جب کوئی چیز مانگنی ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو، اور جب مدد طلب کرو تو صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کرو اور جان لو کہ اگر تمام لوگ تمھیں نفع پہنچانے کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے حق میں لکھ دیا ہے اس کے علاوہ کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے۔
اور اگر تمام لوگ تمھیں نقصان دینے کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے متعلق لکھ دیا ہے اس کے علاوہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔''

راہِ عمل

ہمارے کام کا راستہ بالکل صاف ہے اور ہماری کامیابی کے لیے کوئی روک نہیں ہوسکتی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمتوں نے ہمارا ساتھ دیا ہے اور ہم پر ایسی راہ عمل کھول دی ہے کہ جب تک ہم خود اپنے کو شکست نہ دینا چاہیں، کوئی ہمیں شکست نہیں دے سکتا۔ ہم نے اوّل دن ہی سے قربانی اور استقامت کا اعلان کیا ہے۔ قربانی سے مقصود یہ ہے کہ مقصد کی راہ میں ہر طرح کی تکلیف و مصیبت جھیلتے رہنا، اور استقامت سے مقصود یہ ہے کہ راہ میں جمع رہنا اور کبھی اس سے منہ نہ موڑنا۔ پھر گورنمنٹ یا گورنمنٹ سے بھی کوئی بڑی طاقت اس کے مقابلہ میں کیا کر سکتی ہے؟ کیوں کر وہ ہمیں روک سکتی ہے، اور کس طرح ہم پر غالب آسکتی ہے؟ فوج ہو تو اسے شکست دے دی جائے، قلعے ہوں تو انھیں ڈھا دیا جائے، دیواریں ہوں تو انھیں گرا دیا جائے، ہتھیار ہوں تو انھیں چھین لیا جائے۔ لیکن جو قوم خود ہی قربان ہونے اور مر مٹنے کے لیے تیار ہوگئی ہو اور صرف قربان ہونا اور جان پر کھیل جانا ہی اس کی فوج اور ہتھیار ہو، اس کا مقابلہ کس چیز سے کیا جائے گا؟ جسموں کو مارا اور ہتھیاروں کو چھینا جاسکتا ہے، لیکن دلوں کے عشق اور روحوں کے ایمان کے لیے نہ کوئی کاٹ ہے، نہ کوئی آگ۔

اچھا اب ایک ایک چیز کو گنو اور سوچو کہ ہمارے مقابلے میں کون کون سی طاقت لائی جاسکتی ہے؟

گورنمنٹ ڈرانے کے لیے پوری طرح ہیبت ناک ہے۔ لیکن بے خوفی کے مقابلے میں کیا کرے گی؟

گورنمنٹ احکام نافذ کر کے روک دے سکتی ہے۔ لیکن جن لوگوں نے ٹھان لیا ہو کہ کبھی نہیں رکیں گے اور نہ رک کر سب کچھ جھیل لیں گے، ان کے مقابلے میں کیا کرے گی؟

گورنمنٹ گرفتار کر کے قید خانے بھر دے گی۔ لیکن جو لوگ خود ہی قید ہونے کے لیے تیار ہیں، ان کے لیے قید خانے کی نمائش کیا کام دے سکتی ہے؟

سب سے آخری طاقت ہلاکی کی طاقت ہے۔ بلاشبہ فوجیں جمع ہوسکتی ہیں، ہتھیار چمک سکتے ہیں، توپیں گرج سکتی ہیں۔ لیکن جو لوگ موت کے لیے خود ہی تیار ہو چکے ہوں ان کے سامنے موت آ کر کیا کر سکتی ہے؟

[هفته وار پیغام کلکته، ۹ دسمبر ۱۹۲۱ء]

فہرست

جنتیوں کا سلام

﴿ دَعْوٰهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَ اٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [یونس: ١٠]

''جنت میں ان کی دعا ہوگی سبحان اللہ اور ان کا باہمی تحفہ سلام ہوگا اور ان کی آخری دعا یہ ہوگی: الحمد للہ......''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا ربّ ہے۔''

سلام کے فوائد

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک مومن نہ ہو جاؤ، اور تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ کیا میں تمھیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس کو کرنے سے تم باہم محبت کرنے لگو (وہ یہ ہے) آپس میں سلام عام کرو۔'' [مسلم: ١٩٤، ١٩٥]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح کے وقت یہ کلمات پڑھے:

«رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا»

''میں اللہ کے ربّ ہونے پر، دین کے اسلام ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔''

[رواہ الطبرانی، السلسلة الصحيحه للالبانی: ٦/٤٢١، رقم: ٢٦٨٦]

تو میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ ضمانت دیتا ہوں کہ خود اس کو ہاتھ سے پکڑ کر جنت میں داخل کراؤں گا۔''

مرض

اداریہ ═══ حافظ احمد شاکر

قرآنِ حکیم کی سورہ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۸۸ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

﴿ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [آلِ عمران: ۱۸۸]

''مت گمان کر ان لوگوں کو جو خوش ہوتے ہیں ساتھ اس چیز کے جو وہ کرتے ہیں اور چاہتے ہیں یہ کہ تعریف کیے جائیں ساتھ اس چیز کے کہ نہیں کی پس ہرگز مت گمان کر ان کو کہ بچ جائیں گے عذاب سے، اور واسطے ان کے عذاب ہے درد دینے والا۔''

خلّاق عالم نے انسانی جبلت کے غلط رخ کی نشان دہی فرما کر اس پر وعید بھی بیان فرما دی۔ یعنی انسان اپنی کارکردگی اور ان کاموں کی تعریف تو چاہتا ہی ہے جو اس نے کیے ہیں مگر بعض لوگ اُن باتوں اور کاموں کا کریڈٹ بھی لینا چاہتے ہیں جو انھوں نے نہیں کیے یعنی دوسروں کی کارکردگی بھی اپنے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کی تشریح وہ احادیث مبارکہ ہیں جن میں ریاکاری کے وبال ومفسدات سے آگاہ فرمایا اور اس سے احتیاط کا حکم دیا۔ نیز اس قماش کے لوگوں یعنی خوشامد وچاپلوسی کرنے والوں سے بچنے کے لیے فرمایا کہ جس کے مونہہ پر کوئی اس کی تعریف کرے تو اس ......تعریف سننے والے......کو چاہیے کہ تعریف کرنے والے کا مونہہ مٹی سے بھر دے...... جب کہ دین سے دوری اور لاعلمی کے باعث ہمارا معاشرہ اب جا وبے جا مدح سرائی کا شکار ہو چکا ہے۔ قاری تلاوت کرتا ہے تو عموماً وہ سامعین سے اس کی داد چاہتا ہے۔ نعت خواں اپنی خوش نوائی اور لحن کی توصیف کا منتظر رہتا ہے۔ واعظ اثر پذیری کے نظارے کا متمنی ہوتا ہے اور ان سے کئی گنا بڑھ کر ہمارے حاکم، لیڈر اور قائدین مدح خود کے عادی بلکہ مریض ہو چکے ہیں۔ (اِلا ماشاءاللہ)

وطن عزیز کی سیاسی ہماہمی کے اُس دور میں ہم نے اخبارات دیکھنا یا سیاست سے ہماری آشنائی شروع ہوئی تھی جب یہاں اسلام اور سوشلزم کا معرکہ ایسا بپا تھا کہ گویا کفر واسلام کی جنگ تھی۔ تب سے اب تک کئی جمہوری حکومتیں بھی آئیں اور فوجی حکومتیں بھی۔ ہر حکومت کے ہر دور میں ایک طبقہ...... بلکہ اکثر ایک ہی ایک خاندان...... ایسا ضرور موجود ہوتا ہے جو برسراقتدار حکم رانوں کی تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملاتا ہے۔ اگر بھٹو حکومت ہو تو وہ ان کو ماؤزے تنگ بنا دیتا ہے، اگر ضیاء دور ہو تو ان کی حکومت کو......نقل کفر کفر نہ باشد......خلفائے راشدین کی حکومت سے تعبیر کر دیتا ہے۔ اگر میاں نواز شریف اقتدار کے سنگھاسن پہ بیٹھ جائیں تو ان کو دوسرا محمد علی جناح ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے اور اگر خلا سے حکم ران نازل ہو جائے تو اس کو منزل من اللہ باور کروا کر قوم کے نجات دہندہ کا لقب دے دیا جاتا ہے۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ جونہی حکومت بدلی تعریف وتوصیف کی انہی منڈیروں پر دوسرے پرندے آ گئے اور وہ وہی راگ الاپنا شروع کر دیتے ہیں جو ان سے پہلے پرندے گاتے گاتے اپنے حصے کا دانہ کھا کر اڑ گئے ہوتے ہیں۔

اس مرتبہ بھی یہی ہورہا ہے کہ ایک طرف تو سابقہ دورِ حکومت میں منقار زیر پر رہنے والے افراد اور طبقوں نے برسرِ میدان آ کر ''ہوش ربا انکشافات'' فرمانا اور حقیقتوں کو بیان کرنا شروع کردیا ہے جو 'جابر سلطان' کے سامنے کلمہ حق کہنے کی جرأت نہ کرسکے۔ ایک طبقہ اپنی جماعت کی راگنی اور اس کی کامیابی کی دھنیں بجارہا ہے دوسری طرف دوسرا گروہ ملک وقوم کی کامیابیوں اور نجات کو اپنے لیڈر اور جماعت کے ساتھ نتھی کررہا ہے۔ حالاں کہ یہ بات اب اظہر من الشمس ہوچکی اور اس میں شاید اب کوئی دوسری رائے بھی نہ ہو کہ ہمارے حکم ران بقول خواجہ میر درد کے ؎

لائی ''قضا'' آئے ''قضا'' لے چلی چلے
نہ اپنی خوشی آئے نہ اپنی خوشی چلے

کا مصداق ہیں کہ وطن عزیز کی حکمرانی کی صلاحیت کی کسوٹی ہی کہیں اور ہے کہ جام حکمرانی بغیر ''اذن'' کے پینا ممکن ہی نہیں۔ چشم یار کی شہ ملنے پر ہی دست بادہ گسار جام تک پہنچتا ہے اس کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور کے، ہر حاکم کے لیے، ہر طرح کے طبلچی اور سازندے میسر رہتے ہیں جو ہمہ وقت سازوں پہ ہاتھ رکھے آمادۂ قوالی رہتے ہیں۔

موجودہ حکومت نے اقتدار سنبھالتے ہی جو نعرے لگائے تھے ان میں ایک ۱۰۰ دن کی کارکردگی کا بھی تھا۔ ان حالات میں جو آج کل سب پر آشکار ہوچکے ہیں کچھ حضرات نے ۱۰۰ دن کی کارکردگی کو وردِ زبان کر رکھا ہے۔ حالاں کہ اردو اور پنجابی میں ۱۰۰ کے ہندسے کے ساتھ بعض محاورات اور تمثیلات معروف ہیں جن کے دہرانے کے فائدے سے زیادہ نقصان ہونا ممکن ہے۔ تاہم اگر سرسری نظر سے بھی ۱۰۰ دنوں کا جائزہ لیا جائے تو بات ع انہی کی مطلب کی ''کہہ'' رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی، والی بات ہی نظر آتی ہے۔ قبائلی علاقوں پر ٹارٹ کلنگ جس کو ''آقا'' پیار سے فرینڈلی فائرنگ بھی کہہ دیتا ہے، نئے سرے سے شروع ہوچکی ہے۔ سوات وغیرہ میں دبی شورش نے دوبارہ سلگنا شروع کردیا ہے اور عساکر پاکستان کے سپوتوں کی شہادت کی اندوہناک خبریں دوبارہ آنے لگی ہیں۔ ان میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہر شورش، ہر فتنہ وفساد اور عساکر پاکستان پر حملوں کی نسبت صرف طالبات کی طرف کیا جانا بھی شاید اس جمہوری حکموت کی خاص ضرورت ہے۔ وگرنہ اوس پڑوس کے دشمنوں کے علاوہ سات سمندر پار کا دشمن جس نے ارض پاکستان کو ہدف بنا رکھا ہے، اس کی طرف نہ کسی حکمران کا دھیان جاتا ہے اور نہ ہی کسی ملکی وغیر ملکی ایجنسی کی تحقیقات اس طرف متوجہ ہوتی ہیں۔

اس کے علاوہ مہنگائی ابھی رک نہیں رہی، فاقوں اور غربت سے خودکشیاں گھٹنے کی بجائے بڑھ رہی ہیں۔ ۱۸ر فروری کے بعد مغربی سرحدوں پر بہتری کی توقع ختم ہونے پر دھماکے اور خودکش حملے دوبارہ شروع ہوچکے ہیں۔ ڈاکے روز افزوں ہیں اور امن عنقا ہورہا ہے۔ ہاں ۱۰۰ دن پورے ہوتے ہی امریکی نمائندوں کی پاکستان میں داخل قدمی شروع ہونے سے جناب صدر کی خود اعتمادی اور ان کی قوت گویائی دوبارہ بحال ہوچکی ہے اور...... صدر کے لیے مفید...... نئے اتحاد کی صف بندی ہونے لگی ہے جس کی تمہید بندھنی اور اس کے آثار ہویدا ہوچکے ہیں۔ معیشت کے حوالے سے وطن سے سرمایہ فرار ہونے لگا ہے۔ صنعتیں بند ہونے سے بے کاری مزید بڑھ رہی ہے۔ بجلی وگیس کی مہنگائی سے صنعتیں دیوالیے کی طرف جانے لگی ہیں۔ روٹی، کپڑا اور مکان دینے کی دعوے دار جماعت کے دورِ حکم رانی میں آٹے کی قلت بھی بڑھ گئی ہے اور عوام کی قوت خرید بھی مزید کم ہورہی ہے۔ اب عوام کی حکم رانی کے آرزومند بقول فیض اگر یہ کہیں کہ

ع انتظار تھا جس کا، یہ وہ سحر تو نہیں

تو بات ان کی صحیح ہوگی۔

تفسیر سورۃ الفاتحہ

حضرت مولانا نواب سید صدیق حسن خاں رحمہ اللہ ...... تسہیل: ابوبکر ظفر

الحمد لله الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للعلمین نذیرا .

والصلوة والسلام علی خیر خلقه محمد وعلی آله وصحبه الذین اسفرت بهم وجوه الموحدین وازدادت قلوبهم تنویرا ۔ اما بعد!

اس مختصر رسالے میں قرآنِ مجید کی پانچ سورتوں کا ضروری ترجمہ لکھا جارہا ہے۔ ہر مسلمان دن رات نماز میں ان کی تلاوت کرتا ہے۔ ان پانچ سورتوں سے مراد سورۃ فاتحہ اور چار قل ہیں۔ یہ پانچوں سورتیں اللہ رب العزت کی وحدانیت کی دلیل ہیں۔ جس نے ان کے معانی سمجھ لیے وہ پکا سچا مسلمان ہوگیا۔ اب اس کی عبادت ٹھیک ہوگی اور وہ شرک سے بچ جائے گا۔ بڑی کتابوں کے علاوہ توحید کے بیان اور شرک کے ردّ میں اب تک دس مختصر رسائل لکھے جا چکے ہیں۔ اس جگہ فقط ان پانچ سورتوں کے معانی بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے، وَخَيْرُ الْكَلَامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ

ان سورتوں کے معانی پر مفصل کلام تفسیر ترجمان القرآن (اردو) وفتح البیان (عربی) میں ہے۔ اس جگہ مکمل مضامین کا احاطہ کرنا بے شمار صفحات کا متقاضی ہے۔ تفسیر کبیر میں صرف ایک سورۃ فاتحہ سے دس ہزار مسائل ذکر ہوئے ہیں اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ وابن القیم رحمہ اللہ نے تفسیر معوذتین مستقل (طور پر) لکھی ہے۔ لیکن ان گہرے علوم کو سمجھنا عوام نہیں اہل علم کا کام ہے اور اس جگہ ہمارا مقصود عوام کو سمجھانا ہے، وباللہ التوفیق۔

سورہ فاتحہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب جس کی صفت لاریب فیہ ہے کو اس سورہ سے شروع کیا۔ یہ اس کے بلند مرتبہ اور عظیم منزلت کی دلیل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی نماز نہیں جس نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی۔'' [صحیح بخاری: ۷۵۶] یعنی نماز کی ہر رکعت میں خواہ امام تھا یا مقتدی۔ لہٰذا جو شخص (حالت) رکوع میں جماعت کے (ساتھ) شامل ہوتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ رکوع کو رکعت نہ ٹھہرائے بلکہ بعد میں الگ رکعت پڑھ لے۔ اس لیے کہ اس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اور رکعت تو اس وقت شمار میں آئے گی جب سورہ فاتحہ پڑھی جائے۔

بالجملہ نماز کا مقصود، روح اور لُبّ یہ ہے کہ بندہ نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور دل کو حاضر رکھنے سے غفلت نہ کرے، جس نماز میں نمازی کا دل حاضر نہیں ہوتا وہ نماز بے روح جسم کی طرح ہوتی ہے۔ اسی لیے ہر شخص کی نماز میں سے صرف اتنی نماز ہی مقبول ٹھہرتی ہے جتنی نماز میں اس کا دل حاضر تھا، اس کی دلیل صحیح حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ منافق کی نماز ہے۔'' آپ ﷺ نے اس کلمہ کو تین بار کہا پھر فرمایا: ''بیٹھا سورج کو دیکھتا (رہتا) ہے حتی کہ جب وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہوتا ہے تب یہ اٹھ کر چار ٹھونگے مارتا ہے، اللہ کا ذکر نہیں کرتا مگر تھوڑا۔''

[رواہ مسلم: ۱۹۵/۶۲۲]

اس حدیث میں (تین باتیں بیان ہوئیں):

① ...... ''وقت کا ضائع کرنا'': اس لفظ سے بیان ہوا کہ ''بیٹھا سورج کو دیکھتا ہے۔''

② ...... ''ارکان کا ضائع کرنا'': اس لفظ سے بیان کیا کہ ''ٹھونگے مارتا ہے۔''

③...... ''حضور قلب کو ضائع کرنا'': اس لفظ سے بیان کیا کہ ''اللہ کا ذکر نہیں کرتا مگر تھوڑا۔''

جب یہ بات سمجھ لی تو اب نماز کی ایک نوع (قسم) معلوم کر لینی چاہیے وہ سورہ فاتحہ کی قراءت ہے، شاید اللہ تعالیٰ آپ کی نماز قبول فرمالے اور یہ قبولیت گناہوں کا کفارہ ٹھہرے۔

فاتحہ کا مفہوم:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان درمیان آدھوں آدھ (نصف نصف) تقسیم کیا ہے، میرے بندے کے لیے ہے جو اس نے مانگا، جب وہ کہتا ہے ﴿ الحمد لله رب العالمين ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری حمد کی اور جب کہتا ہے ﴿ الرحمن الرحيم ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے مجھ پر ثنا کی اور جب کہتا ہے ﴿ مالك يوم الدين ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی اور جب کہتا ہے ﴿ اياك نعبد و اياك نستعين ﴾ تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے یہ میرے بندے اور میرے درمیان ہے اور میرے بندے کے لیے وہی ہے جو اس نے مانگا۔

پھر جب کہتا ہے ﴿ اهدنا الصراط المستقيم ٥ صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين ﴾ تو اللہ کہتا ہے: یہ میرے بندے کے لیے ہے اور بندے کے لیے (وہ سب کچھ) ہے جو اس نے مانگا۔[رواہ مسلم: ۳۸/۳۹۵]

اس حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ سورہ دو نصف (حصوں میں) ہے۔ ایک نصف اللہ پاک کے لیے ہے نستعین تک اور ایک نصف بندے کے لیے ہے۔ بندہ اپنے لیے یہ دعا کرتا ہے اور جس نے یہ دعا سکھائی ہے وہی اللہ تعالیٰ ہم کو حکم دیتا ہے کہ ہم یہ دعا نماز کی ہر رکعت میں مانگا کریں اور اس ثنا و دعا کو ہر نماز میں دہرایا کریں۔ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے یہ ضمانت دی کہ جب ہم یہ دعا اخلاص و حضور دل کے ساتھ کریں گے تو وہ ہم سے اس دعا کو قبول فرمائے گا۔ اب ہر انسان معلوم کر سکتا ہے کہ اکثر لوگوں نے اس امر کو ضائع کر دیا ہے، اس نعمت کی قدر و قیمت نہیں سمجھی ۔

قَدْ هَيَّئُوكَ لِاَمْرٍ لَوْ فَطَنْتَ لَهٗ
فَارْبَأْ بِنَفْسِكَ اَنْ تَرْعٰى مَعَ الْهَمَلِ

''تجھ کو ایک کام کے لیے مقرر کیا گیا تھا اگر تو سمجھتا،
تجھ کو چاہیے کہ تو بے کار اونٹوں کے ساتھ چرنے سے بچے۔''

اب اس سورہ کے کچھ معانی لکھے جائیں گے، شاید تو حضورِ دل سے نماز پڑھنے لگو اور جو لفظ تمہاری زبان سے نکلے تمہارے دل کو اس کا علم ہو۔ اس لیے کہ جو بات زبان سے نکلتی ہے اور دل اس پر معقود (حاضر) نہیں ہوتا تو وہ عمل صالح نہیں سمجھا جاتا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ﴾

[الفتح: ۱۱]

''منہ سے بولتے ہیں وہ جو ان کے دل میں نہیں۔''

سو پہلے استعاذہ کے معنی سمجھنا چاہیے پھر بسملہ کے پھر فاتحہ کے۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم:

اس کے معنی یہ ہوئے کہ میں پناہ پکڑتا ہوں اور معتصم ہوتا ہوں اللہ کے ساتھ اور اس کے آستانے پر بھاگ کر آتا ہوں اس دشمن سے کہ کہیں وہ مجھ کو میرے دین و دنیا میں گزند و نقصان پہنچائے یا مجھے اس کام کے کرنے سے روک دے جس کا مجھ کو حکم ہوا ہے یا جس چیز سے مجھ کو منع کیا گیا اس پر مجھے آمادہ کرے۔ اس لیے کہ بندے کو بہکانے کی حرص سب سے زیادہ شیطان کو اس وقت ہوتی ہے جب کہ وہ کسی عمل خیر کا ارادہ کرتا ہے، جیسے نماز و قراءت وغیرہ۔ سو اس کو دفع کرنے کا اس کے سوا کوئی حیلہ نہیں ہے کہ انسان اللہ سے استعاذہ کرے اور اس کی پناہ میں آئے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ ﴾

''شیطان اوراس کا قبیلہ تم کو اس جگہ سے دیکھتے ہیں کہ تم ان کو نہ دیکھ سکو ہم نے شیطانوں کو بے ایمانوں کا ساتھی بنایا ہے۔'' [الاعراف:۲۷]

پس جب بندہ اللہ پاک سے پناہ کا طالب ہوتا ہے اوراس کے ساتھ اعتصام کرتا ہے تو یہ استعاذہ حضورِ قلب کا سبب ہوجا تا ہے۔اب اس کلمے کے معنی پہچان کر اس کو دل سے کہنا چاہیے نہ کہ صرف زبان سے،جس طرح کہ اکثر لوگ فقط زبان سے کہتے ہیں اور معنی کا دھیان نہیں کرتے اسی لیے وہ نماز میں شیطان کے وسوسہ سے محفوظ بھی نہیں رہ سکتے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم:

اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے نام سے میں قراءت یا دعا وغیرہ میں داخل ہوتا ہوں نہ اپنے حول وقوۃ سے بلکہ اس کام کو اللہ کی مدد سے اوراس کے نام کی برکت سے کرتا ہوں۔بسم اللہ کے یہی معنی ہر اس کام میں ہوتے ہیں جس کے شروع میں بسم اللہ کہی جاتی ہے وہ کام دین کا ہو یا دنیا کا۔

پس جب بندے نے اپنے دل میں اس بات کو حاضر کرلیا کہ میرا قراءت میں داخل ہونا اللہ پاک کی اعانت سے ہے اور میں اپنے حول وقوۃ سے بری ہوں تو یہ حضورِ قلب اور ہر خیر سے رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے ایک بڑا سبب ہے۔

رحمن ورحیم:

یہ دو نام ہیں ان کو رحمت سے نکالا گیا ہے۔ایک دوسرے سے زیادہ بلیغ (بامعنی) اور بڑھ کر ہے جیسے علام وعلیم۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یہ دو نام رقیق (نرم) ہیں، ایک دوسرے سے زیادہ ارق (نرم) ہے۔''



توفیق الباری

لترجمۃ الأدب المفرد للبخاری

"الادب المفرد" کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسہیل: ابو بکر ظفر

باب: الخرق

سختی/ بے وقوفی کا بیان

۴۸۲۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ عَلٰى بَعِيرٍ فِيهِ صُعُوبَةٌ فَجَعَلْتُ أَضْرِبُهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ فَإِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ))

"عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اونٹ کی صعوبت اور نرمی کا ذکر باب الرفق میں گزر چکا ہے۔ اس میں اتنا زیادہ ہے کہ میں اس اونٹ کو مارنے لگی اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: نرمی اختیار کرو کہ جس چیز میں بھی نرمی ہوگی وہ اسے مزین کردے گی اور جس چیز سے وہ نرمی نکال دی جاتی ہے وہ اسے عیب دار کردیتی ہے۔" [صحیح، تقدم، رقم: ٤٦٧]

۴۸۳۔ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ: قَالَ رَجُلٌ مِنَّا يُقَالُ لَهُ: جَابِرٌ أَوْ جُوَيْبِرٌ: طَلَبْتُ حَاجَةً إِلٰى عُمَرَ فِي خِلَافَتِهِ فَانْتَهَيْتُ إِلَى الْمَدِينَةِ لَيْلًا فَغَدَوْتُ عَلَيْهِ وَقَدْ أُعْطِيتُ فِطْنَةً وَلِسَانًا - أَوْ قَالَ: مَنْطِقًا - فَأَخَذْتُ فِي الدُّنْيَا فَصَغَّرْتُهَا فَتَرَكْتُهَا لَا تَسْوَى شَيْئًا وَإِلٰى جَنْبِهِ رَجُلٌ أَبْيَضُ الشَّعْرِ أَبْيَضُ الثِّيَابِ، فَقَالَ لَمَّا فَرَغْتُ: كُلُّ قَوْلِكَ كَانَ مُقَارِبًا إِلَّا وُقُوعَكَ فِي الدُّنْيَا، وَهَلْ تَدْرِي مَا الدُّنْيَا؟ إِنَّ الدُّنْيَا فِيهَا بَلَاغُنَا - أَوْ قَالَ: زَادُنَا - إِلَى الْآخِرَةِ، وَفِيهَا أَعْمَالُنَا الَّتِي نُجْزٰى بِهَا فِي الْآخِرَةِ، قَالَ فَأَخَذَ فِي الدُّنْيَا رَجُلٌ هُوَ أَعْلَمُ بِهَا مِنِّي، فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي إِلٰى جَنْبِكَ؟ قَالَ: سَيِّدُ الْمُسْلِمِينَ، أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ۔ [ضعيف الإسناد، لجهالة جابر أو جويبر، ضعيف الادب، ٧٢ وقوله: "سيد المسلمين ......" ثابت عن السلف، المستدرك: ٣/ ٣٠٤۔ ٣٠٥]

"ابونضرہ سے روایت ہے کہ ہم میں ایک شخص کو جابر یا جویبر کہتے تھے اس نے کہا: مجھے عمر رضی اللہ عنہ سے ایک کام تھا ان کے عہد خلافت میں۔ سو میں رات کو مدینہ پہنچا اور صبح کو ان کے پاس گیا مجھ کو ذہانت اور زبان دانی دی گئی تھی یا یوں کہا کہ میں گویا (اچھی گفتگو کرسکتا) تھا، میں نے دنیا کا ذکر شروع کیا اور اس کو صغیر (حقیر) کہا اور اس (کے ذکر) کو اس طرح چھوڑا (ختم کیا) کہ وہ کچھ بھی نہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرد سفید بالوں اور کپڑوں والا (موجود) تھا۔ جب میں فارغ ہوا اس نے کہا تیری ہر بات (حقیقت کے) قریب تھی سوائے تیرا دنیا کے متعلق (کچھ) کہنا۔ کیا تو جانتا ہے کہ دنیا کیا ہے؟ دنیا میں آخرت کے لیے ہمارا زادِ راہ ہے، اسی دنیا میں ہمارے اعمال ہیں جن کی جزا ہم کو آخرت میں ملے گی۔ پس اس شخص نے دنیا کا ذکر شروع کیا وہ دنیا کے بارے میں مجھ سے زیادہ علم والا تھا۔ میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ کون شخص آپ کے پاس بیٹھا ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: سید المسلمین ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔"

۴۸۴۔ عن البراء بن عازب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((الْأَشَرَةُ شَرٌّ)) [ضعيف

الاسناد فيه قنان بن عبدالله، قال فيه النسائی: ليس بالقوی، المغنی: ٥٠٥٨]

''براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نعمتوں سے تکبر کرنا اوران کا انکار کرنا شراور برائی ہے۔''

باب: اصطناع المال

مال تیار کرنے کا ذکر

٤٨٥۔ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ لَقِيطٍ قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا تُنْتَجُ فَرَسُهُ فَيَنْحَرُهَا، فَيَقُولُ: أَنَا أَعِيشُ حَتّٰى أَرْكَبَ هٰذَا؟ فَجَاءَ نَا كِتَابُ عُمَرَ أَنْ أَصْلِحُوا مَا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ فَإِنَّ فِي الْأَمْرِ تَنَفُّسًا ۔ [صحيح]

''حارث بن لقیط کہتے ہیں کہ ہم میں جب کسی شخص کا گھوڑا بچہ دیتا وہ اس (بچہ) کو ذبح کر دیتا اور کہتا کہ (کیا) میں اتنا (عرصہ) زندہ رہوں گا کہ اس پر سوار ہوں؟ (پھر) ہمارے پاس عمر رضی اللہ عنہ کا خط آیا کہ تم اس (بچہ) کی اصلاح کرو جو اللہ نے تم کو دیا ہے کیوں کہ اس کام (یعنی قیامت آنے) میں کافی وقت ہے۔''

فائدہ: ابن عمر سے مروی ہے کہ مغرب سے سورج طلوع ہونے کے بعد لوگ ١٢٠ سال تک ٹھہرے رہیں گے۔ [ابن ابی شیبہ، فتن]

٤٨٦۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((إِنْ قَامَتِ السَّاعَةُ وَفِي يَدِ أَحَدِكُمْ فَسِيلَةٌ، فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ لَا تَقُومَ حَتّٰى يَغْرِسَهَا فَلْيَغْرِسْهَا))

''انس بن مالک سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر قیامت قائم ہوجائے اور تمہارے کسی کے ہاتھ میں کھجور کا چھوٹا پودا (بھی) ہو تو اگر اس سے ہو سکے کہ کھڑا ہونے سے پہلے اس کو (زمین) میں گاڑ دے تو وہ ایسا کرے۔'' [صحیح]

٤٨٧۔ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي دَاوُدَ قَالَ: قَالَ لِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ: إِنْ سَمِعْتَ بِالدَّجَّالِ قَدْ خَرَجَ وَأَنْتَ عَلٰى وَدِيَّةٍ تَغْرِسُهَا فَلَا تَعْجَلْ أَنْ تُصْلِحَهَا، فَإِنَّ لِلنَّاسِ بَعْدَ ذٰلِكَ عَيْشًا ۔ [ضعيف الإسناد، فيه داود بن أبی داود، وهو مجهول]

''عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ اگر تم دجال کے بارے سنو کہ وہ نکلا ہے اور تو ایک درخت لگانے کو ہو تو جلدی نہ کر بلکہ اس کو (اچھی طرح) درست کر لے کیوں کہ لوگ اس کے بعد (بھی) زندہ رہیں گے۔''

باب: دعوة المظلوم

مظلوم کی دعا

٤٨٨۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهِ))

[صحيح وهو فی سنن ابن ماجه برقم: ٣٨٦٢]

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دعائیں ضرور قبول ہونے والی ہیں: مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور باپ کی بیٹے پر بددعا۔''

باب: سؤال العبد الرزق من الله عزّوجلّ

اللہ تعالیٰ سے بندے کا رزق مانگنا

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: وارزقنا وانت خير الرازقين

٤٨٩۔ عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى الْمِنْبَرِ نَظَرَ نَحْوَ الْيَمَنِ فَقَالَ: ((اَللّٰهُمَّ أَقْبِلْ بِقُلُوبِهِمْ)) وَنَظَرَ نَحْوَ الْعِرَاقِ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَنَظَرَ نَحْوَ كُلِّ أُفُقٍ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَقَالَ: ((اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا مِنْ تُرَاثِ الْأَرْضِ، وَبَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا وَصَاعِنَا)) [ضعيف الإسناد، لعنعنة أبی الزبير، فهو مدلّس]

''جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر کہتے ہوئے سنا آپ یمن کی طرف دیکھ رہے تھے: اے اللہ! ان کے دلوں کو قبول فرما پھر عراق کی طرف دیکھا اور اسی طرح کہا پھر ہر افق کی طرف دیکھا اور فرمایا: اے اللہ! ہمیں زمین کی وراثت عطا فرما اور ہمارے مد اور صاع میں برکت رکھ دے۔''

فائدہ: مد اور صاع کی برکت اب تک مدینہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول فرمائی۔ وللہ الحمد

قرآنِ مجید اور بخاری و مسلم سے ماخوذ احکام

ابن بشیر الحسینوی

وضو کا طریقہ

⦿ (۱)......وضو دائیں طرف سے شروع کرنا چاہیے۔

[بخاری: ۱۶۸۔ مسلم: ۲۶۸]

⦿...... دونوں ہاتھ دھونے چاہئیں۔ [بخاری:۱۵۹] پھر کلی کرنی چاہیے اور ناک میں پانی چڑھانا چاہیے۔ [بخاری:۱۴۰] یہ دونوں کام ایک ہی چلو سے کرنے چاہئیں۔ (۲)

[بخاری: ۱۹۱۔ مسلم: ۲۳۵]

پانی نتھنوں تک چڑھانا چاہیے۔ [مسلم: ۲۳۷/ ۵۶۰]

اور ناک کو جھاڑنا چاہیے۔ [بخاری: ۱۵۹]

ناک میں پانی چڑھانے اور اُسے جھاڑنے کا حکم وارد ہوا ہے۔

[بخاری: ۱۶۲۔ مسلم: ۲۳۷]

پھر چہرے کو دونوں ہاتھوں سے ایک چلو کے ساتھ دھونا چاہیے۔ [بخاری: ۱۴۰] (۳)

پھر دائیں اور بائیں ہاتھ کو کہنیوں تک دھونا چاہیے۔

[بخاری: ۱۴۰، ۱۵۹]

اگر کہنیوں پر کپڑا ہے اور آستینیں بھی تنگ ہیں تو کہنیوں کو ننگا کر کے دھونا چاہیے۔ [مسلم: ۲۷۴/ ۶۳۰]

پھر مکمل سر کا ایک مرتبہ مسح کرنا چاہیے۔ [المائدہ: ۶۔ بخاری: ۱۴۰، ۱۵۹، ۱۸۲، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۹۲۔ مسلم: ۲۲۶/ ۲۳۵]

سر کے مسح کے لیے نیا پانی لینا چاہیے۔ [مسلم: ۲۳۶، ۳۴۷]

سر پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے: دونوں ہاتھ سر کے اگلے حصہ سے شروع کر کے گدی تک پیچھے لے جانا چاہئیں پھر پیچھے سے آگے اسی جگہ لے آنے چاہئیں جہاں سے مسح شروع کیا تھا۔

[بخاری: ۱۸۵۔ مسلم: ۲۳۵]

پیشانی کے بالوں اور پگڑی پر مسح کرنا صحیح ہے۔

[مسلم: ۲۷۳، ۲۷۴/ ۶۳۳، ۲۷۵]

صرف پگڑی پر مسح کرنا بھی صحیح ہے۔ [بخاری: ۲۰۵] (۴)

پھر دایاں پاؤں دھونا چاہیے اور پھر بایاں پاؤں دھونا چاہیے۔

[بخاری: ۱۴۰۔ مسلم: ۲۶۲]

دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک (یعنی ٹخنوں سمیت) دھونا چاہیے۔

[بخاری: ۱۵۹]

ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ جس کے ٹخنے وضو میں خشک رہے اُن کے لیے آگ سے ہلاکت ہے۔

[بخاری: ۱۶۵۔ مسلم: ۲۴۰، ۲۴۱]

اسی طرح ایڑھی بھی خشک نہیں رہنی چاہیے جس کی ایڑھی خشک رہی اُس کے لیے بھی ہلاکت ہے۔ [مسلم: ۲۴۲]

---

(۱)......وضو کے شروع میں ''بسم اللہ'' پڑھنی چاہیے۔ [نسائی: ۷۸ وسندہ صحیح اس کو ابن خزیمہ: ۱۴۴، اور ابن حبان، الاحسان: ۶۵۱۰/ ۶۵۴۴، نے صحیح کہا ہے۔]

(۲)......کلی اور ناک میں علیحدہ علیحدہ پانی ڈالنا بھی جائز ہے۔ [التاریخ الکبیر لابن ابی خیثمہ، ص: ۵۸۸، ح: ۱۴۱۰ وسندہ حسن]

(۳)......داڑھی کا خلال بھی کرنا چاہیے۔ [ترمذی: ۳۱، اسے ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اس کی سند حسن ہے]

(۴)......دونوں کان سر سے ہیں۔

جوتے پہننے کی حالت میں پاؤں کو دھونا درست ہے۔

[بخاری:١٦٦]

موزوں پر مسح کرنا درست ہے۔

[بخاری: ١٨٢۔ مسلم: ٢٧٢، ٢٧٣]

لیکن اُن پر مسح کرنے کی ایک شرط ہے کہ آدمی اُنھیں پہنتے وقت باوضو ہو۔ [بخاری: ٢٠٦۔ مسلم: ٢٧٤/ ٦٣١]

موزوں پر مسح کرنے کی مدت مسافر کے لیے تین دن اور رات ہے اور مقیم کے لیے ایک دن اور رات ہے۔ [مسلم: ٢٧٦]

وضو کرنے کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ ۔ [مسلم:٢٣٤]

نواقض وضو کا بیان

شک کی بنا پر وضو نہیں ٹوٹتا بلکہ آدمی (ہوا خارج ہونے کی) آواز سن لے یا بدبو پالے۔[بخاری: ١٣٧۔ مسلم: ٣٦١، ٣٦٢]

غشی سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ [بخاری: ١٨٤]

مذی سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ [بخاری: ٢٦٩]

اسی طرح اونٹ کا گوشت کھانے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

[مسلم: ٣٦٠]

لیکن اونگھ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ [بخاری: ٢١٢،٢١٣]

ناپاکی کے احکام

منی: جس کپڑے کو منی لگے تو اُسے دھولیا جائے اُس میں نماز پڑھنی جائز ہے۔خواہ دھونے کے اثرات کپڑے پر موجود ہوں۔

[بخاری: ٢٢٩، ٢٣٠۔ مسلم: ٢٨٩]

اگر خشک ہو جائے تو اُسے کھرچنا بھی کافی ہے۔

[مسلم: ٢٨٨، ٢٩٠]

نیند سے بیدار ہونے پر عورت اگر منی دیکھ لے تو وہ بھی غسل کرے گی۔

[بخاری: ٢٨١، ٢٨٢۔ مسلم: ٣١١، ٣١٣]

مرد کی منی سفید گاڑھی اور عورت کی باریک زرد ہوتی ہے۔

[مسلم:٣١١، ٣١٥]

مذی: اس سے وضو کرنا چاہیے اور شرم گاہ کو دھونا چاہیے۔

[بخاری: ٢٦٩۔ مسلم:٣٠٣]

جنابت:[1] حالت جنابت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا صحیح ہے۔

[مسلم:٣٧٣]

مسجد میں آکر یاد آئے کہ وہ جنبی تھا تو اسے فوراً مسجد سے نکل جانا چاہیے اور غسل کرنا چاہیے۔ [بخاری:٢٧٥]

حالت جنابت میں کبھی کبھار غسل کر کے سونا اور کبھی وضو کر کے سونا بھی صحیح ہے۔ [مسلم: ٣٠٧]

حالت جنابت میں (بلاضرورت) چلنا پھرنا ناجائز ہے۔

[بخاری: ٢٨٤،٢٨٥]

حالت جنابت میں سونے سے پہلے وضو کرنا چاہیے اور شرم گاہ کو دھونا چاہیے۔ [مسلم: ٣٠٦/ ٧٠٤]



(١)......اس کے لاحق ہونے کی دو ہی صورتیں ہیں:(١) سوتے ہوئے احتلام ہو جائے،(٢) یا بیوی سے ہم بستری کرنے سے۔

احادیث سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا استدلال وامتثال ❶

حضرت مولانا عبدالروٴف رحمانی، جھنڈانگری (نیپال ہند)

حضرت مولانا عبدالروٴف رحمانی جھنڈانگری رحمہ اللہ کا یہ مضمون ماہنامہ ''رحیق'' سے لیا گیا ہے۔ ''رحیق'' اگرچہ اپنی عمر عزیز کی تین بہاریں ہی گزار سکا تھا مگر علمی حلقوں میں ''حجیت حدیث وسنت'' اور منکرین حدیث کے ردّ واِبطال کے سلسلے میں اُس کی صدائے بازگشت اب تک گونج رہی ہے۔ حضرت مولانا رحمانی موصوف کی شخصیت بھی کسی تعارف کی محتاج نہیں، اُن کی تالیفات میں مضامین کا تنوع اُن کی وسعت مطالعہ کا آئینہ دار ہے۔ فتنہ انکارِ حدیث چوں کہ رنگ بدل بدل کر منظر عام پر آتا رہتا ہے اس لیے اُس کے دفعیے کے لیے ہی اور نسل نو کو یہ باور کرانے کے لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حدیث وسنت سے کس درجے کا تعلق اور شوق تھا، یہ مضمون شائع کیا جارہا ہے۔ امید ہے کہ عام قارئین کے ساتھ ساتھ اہل علم بھی حظ اٹھائیں گے۔ ذیل میں اس مضمون پر حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کا ''رحیق'' میں تحریر کردہ نوٹ دیا جارہا ہے۔ [ادارہ]

''غیر منقسم ہندوستان میں مرحوم دارالحدیث رحمانیہ دہلی نے ربع صدی تک علوم حدیث وفنون عربیہ کی اشاعت وترویج کے سلسلہ میں جو عظیم القدر خدمات سرانجام دیں اس سے ملت کے لیے قابل فخر رجال پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالروٴف صاحب رحمانی زادمجدہ اسی لڑی کے درخشاں موتی ہیں۔

آپ سالہا سال تک نیپال (اقصائے ہند) کے علاقے میں قرآن وحدیث کی تدریس وتبلیغ فرماتے رہے ہیں نہ صرف کہ آپ کا مطالعہ وسیع ہے بلکہ مختلف النوع کتابوں کے اندر سے آب دار موتی نکالنے کا ملکہ بھی اللہ تعالیٰ نے آپ میں ودیعت فرمایا ہے۔ ہندوستان کے جرائد میں آپ کے علمی اور تبلیغی مقالات اشاعت پذیر ہوتے رہتے ہیں جنہیں نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ آپ نے ماہ نامہ ''رحیق'' سے بھی مستقل طور پر قلمی تعاون کا وعدہ فرمایا ہے۔ زیر اشاعت مقالہ بہت اہم ہے اور کافی دیدہ دری سے مرتب کیا گیا ہے۔

حدیث پاک کا انکار بلکہ مخالفت کرنے والے شر ذمہ قلیلہ نے مختلف راستوں سے اس مغالطہ کی اشاعت کی مہم شروع کردی ہے کہ ''حکومت وقت'' کو قرآن وحدیث کی تصریحات اور ان کے ضابطوں تک کے بدلے کا حق حاصل ہے اور اجتہاد کا دروازہ کھلا رہنے کی آڑ میں یہ باور کرانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ قرآن تک کے احکام وضوابط زمانہ نزول کے لیے ہی خاص تھے۔ اب کھلی چھٹی ہے جیسے چاہو قرآن کا استعمال کرو۔

مولانا عبدالروٴف رحمانی کے زیر اشاعت مقالہ کا مرکزی نقطہ یہی اہم موضوع ہے جو بہت بصیرت افروز ہے۔ علاوہ ازیں اس مقالے سے واضح ہوگا کہ حدیث وسنت کی اہمیت صحابہ کرام کے ہاں کس قدر تھی۔ اس سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو قولاً تو حدیث کو تسلیم کرتے ہیں مگر عملاً اسے کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ اور اس کے ترک کے لیے کوئی نہ کوئی عنوان ڈھونڈ لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی حالت پر رحم فرمائے۔

اس پرمغز مقالہ کی پہلی قسط شریک اشاعت ہے۔ [ادارہ]''

انکارِ حدیث کے اس دورِ پرفتن میں ضروری ہے کہ تعامل امت اور اس میں بھی خیر القرون کا تعامل اور خیر القرون میں بھی صحابہ کرام کا تعامل سامنے رکھا جائے کہ ان اخیارِ امت اور اکابر صلحاء نے احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے ساتھ کیا معاملہ رکھا ہے اور اپنی زندگی کے ہر گوشہ کے لیے احادیث نبویہ سے کس کس طرح استدلال کیا ہے اور اپنے تمام اعمال میں ارشادات رسالت کے ساتھ کس طرح امتثال واتباع کیا ہے۔ جب ہم اس تلاش میں نکلتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ عبادات سے لے کر معاملات تک خواہ وہ تعلقات زن وشوہر کے

ہوں یا بیع وشرا سے متعلق ہوں اور لباس وزیور سے متعلق ہوں یا معاشرت ومعیشت سے متعلق ہوں۔ غلام وآقا کے تعلقات ہوں یا امارت اور قصاص وحدود کے معاملات؟ حقوق والدین ہوں یا دیگر تہذیب وآداب کی باتیں ہوں۔ محبت رسول کا اظہار ہو یا اشارات نبوت پر عمل ہو۔ خیر وبرکت کی تلاش یا حصولِ جنت اور جہنم کا خوف ہو۔ غرض زندگی کے ہر لمحے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہم نے یہ کام اس لیے کیا کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا یا ایسا فرماتے ہوئے سنا یا آپ کا یہ منشا واشارہ تھا۔ اس قسم کے نظائر کے ایک معتدبہ ذخیرہ کے سامنے آجانے سے اُن منکرین رسالت کی بھی تردید ہوجائے گی جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو محض ایک پوسٹ مین کے منصب پر رکھتے ہیں۔

پرویزی تجدد کی تردید:

اسی طرح پرویزی تجدد کی بھی کماحقہ تردید ہوگی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ''مرکز ملت'' مان کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہر زمانہ میں اتباع سنت کی صحیح شکل وہ ہوگی جو اس زمانہ کا ''مرکز ملت'' متعین کرے۔ اس میں ظاہر ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو چھوڑ کر نئی نئی تجاویز پر بھی عمل کرنے کرانے کا اختیار ''مرکز ملت'' کو دیا جارہا ہے۔ حالاں کہ ہمارے ان پیش آئندہ نظائر اور زندگی کے تمام نقشہ جات سے صاف واضح ہوگا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وخلفائے راشدین حضور کے متعین کردہ نقشہ کو چھوڑ کر سرِ مو انحراف جائز نہیں رکھتے تھے۔ لیکن پرویز مقام حدیث میں کس ڈھٹائی سے لکھتا ہے:

''اگر کسی طرح یہ ثابت ہوجائے کہ فلاں روایت یقینی طور پر سچی ہے تو بھی اس سے صرف اتنا مفہوم ہوگا کہ حضور کے زمانہ میں دین کے فلاں گوشہ پر اس طرح عمل ہوا تھا تو اگر ہمارے زمانہ کا ''مرکز ملت'' سمجھے کہ اس میں ردّ وبدل کی ضرورت نہیں تو اسے علیٰ حالہ رائج کردے اور اگر سمجھے کہ ہمارے زمانہ کے اقتضاءآت اس میں ردّ وبدل چاہتے ہیں تو ردّ وبدل کردے۔'' [مقامِ حدیث، ج:۱،ص:٦٦]

مسند احمد اور کنز العمال وغیرہ کے حوالوں سے پیش کیے ہوئے نظائر سے یہ حقیقت ہمارے ناظرین کے سامنے کھل کر آجائے گی کہ صحابہ کرام اور خلفائے راشدین نے سنت رسول کا مطلب ہرگز یہ نہیں سمجھا کہ اس میں حسب منشا ترمیم وتبدیلی کردی جائے۔ اور نہ سنن نبویہ کو چھوڑ کر خلفاء نے اپنے طور سے کچھ ردّ وبدل کیا اور خلافِ ارشاداتِ رسالت کچھ رائج اور نافذ کیا۔ حاشا و کلا

اسی طرح ہمارے پیش کردہ سنن نبویہ کے امتثال واستدلال کے تمام ذخائر سے پرویز کے اس خبط کی بھی تردید ہوجائے گی جو اس نے ''اسلامی نظام'' کے پمفلٹ میں لکھا ہے کہ مختلف زمانوں کے تقاضوں کے مطابق قرآن کے احکام کو نافذ کرنے والے قواعد وجزئیات کو بدلتے رہیں گے۔ چناں چہ اس کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

''ظاہر ہے کہ جن اصول کی جزئیات قرآن نے متعین نہیں کیں ان کی جزئیات مختلف زمانوں کے تقاضوں کے مطابق بدلتی رہیں گی۔ اس لیے اپنے اپنے زمانہ کا ''مرکز حکومت'' بھی اسلامی حکومت ان کی تفاصیل خود طے کرے گی۔'' [پمفلٹ اسلامی نظام،ص:٦]

ہم آگے چل کر دوسوبیس نظائر وحقائق سے یہ ثابت کررہے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق وعبادات، معاملات وغیرہ میں جس قدر اپنے سنن واحادیث کا میراث چھوڑا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وخلفائے راشدین نے انہی سنن نبویہ کا امتثال واتباع کیا ہے اور انہی احادیث شریفہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھا ہے۔ پس آج کے کسی ''مرکز ملت'' ''امام وقت''، ''مرکز حکومت'' کو کس طرح حق حاصل ہے کہ اصولِ قرآن کی جن جزئیات وتفصیلات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما گئے ہیں ان کو چھوڑ کر اپنے منشا کے مطابق ان کی دوسری جزئیات وتفصیلات تجویز کرے اور رائج کرسکے۔ سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہی یہ بیان فرمایا ہے کہ مجملات قرآن کی توضیح وتفصیل آپ کردیں۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ﴾
''اور ہم نے اتارا آپ کی طرف ''ذکر''، یعنی قرآن تا کہ آپ لوگوں کے لیے خوب واضح کردیں جو کچھ اتارا گیا ہے ان کی طرف۔'' [النحل:٤٤]

اس اشارۂ خداوندی سے خوب پتا چلا کہ قرآنی اصول وکلیات اوراس کے مجملات کی توضیح اوراس کے جزئیات وتفصیلات کی تعیین وتبیین کا حق اللہ تعالیٰ صرف رسول اکرم ﷺ کو دے چکا ہے کہ آپ مبہمات ومجملاتِ کتاب کی توضیح وتفصیل فرما کر لوگوں کو اس کے ہدایات واحکام کا مطلب اوران پر عمل درآمد کا طریقہ اچھی طرح سمجھا دیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن میں کچھ باتیں توضیح طلب اورمحتاج تشریح تھیں اور بحیثیت رسول کے آپ کواس کے توضیح وتفصیل کا حکم دیا گیا۔مثلاً قرآن میں اقیموا الصلوٰۃ کا ایک مجمل حکم ہے۔اس میں مراد الٰہی اور منشائے الٰہی اوراس کے اوقات وشرائط کو آپ نے بتلایا اوران تمام جزئیات کی تعیین وتوضیح بذریعہ جبرئیل امین آپ فرماتے رہے کہ جبرئیل آئے ہیں اور ((يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ))[صحیح مسلم کتاب الایمان، ح:١] ''اور تمہیں تمہارا دین سکھانا چاہتے ہیں۔''

بسا اوقات جبرئیل امین ان جزئیات کو باقاعدہ ربّ العزت سے اطلاع پاکر آپ کے سامنے رکھتے تھےاور کہیں کہیں نبی اکرم ﷺ نے خدادا بصیرت اورنورِ نبوت سے منشائے الٰہی کی از خود بھی تشریح وتفصیل فرمائی ہےاوراس میں بھی لطیفہ ربانی آپ کے شامل حال تھا۔ ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ ﴾ [القیامہ: ١٧، ١٩]
''یعنی بے شک ہمارے ذمہ ہے قرآن آپ کے سینہ میں جمع کردینا اور پڑھا دینا۔ پس جب ہم اس کو پڑھ دیں تو تم اس پڑھنے کی اتباع کرو۔ پھر بے شک ہمارے ذمہ ہے اس کا بیان کردینا۔''

اس مختصر سی تمہیدی گزارش سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضور ﷺ نے اپنے قول وعمل کے ذریعہ قرآنی کلیات ومجملات کی جو کچھ بھی توضیح وتشریح کی ہے وہ توضیح وتفصیل کا منصب اورحق پانے اور مجاز ہونے کے بعد کی ہے۔ پس اب آپ نے سنن واحادیث کے ذریعہ اعمال دینیہ اوراحکامِ دینیہ کا جومفصل نقشہ چھوڑا ہے اس میں کوئی مرکز ملت، مرکز حکومت اورکوئی اسلامی سلطنت ہرگز ردّ وبدل کرنے کا نہ حق رکھتی ہے نہ منصب۔ الا ساء ما یحکمون

اب ہم آپ کے سامنے صحابہ کرام وخلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ان تمام واقعات کو پیش کررہے ہیں جس میں انھوں نے اپنے ہر عمل وحرکت کا محور ذاتِ رسالت مآب کو ٹھہرایا ہےاور ہر طریقہ کار اور فیصلہ جات کا مدار آپ ہی کے ارشادات پر رکھا ہے۔ سب سے پہلے خلفائے راشدین کا طرزِ عمل پیش کررہے ہیں۔اس کے بعد دیگر صحابہ کے اتباع واتثالِ کامل کے نمونے پیش ہوں گے۔

(۱) قضیہ وراثت میں حدیث نبوی پر عمل:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت ہے۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی جائداد اراضی خیبر ودیگر ترکات کے سلسلہ میں تشریف لا کر عرض کرتی ہیں کہ امیر المومنین! آپ کی وفات کے بعد کون لوگ وارث ہوں گے؟ فرمایا:وَلَدِیْ وَاَهْلِي ''یعنی میرے بال بچے وارث ہوں گے۔''اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:فَمَا لَنَا لَا نَرِث النبی ﷺ ''یعنی ہم کیوں اپنے والد ماجد نبی اکرم ﷺ کی وراثت سے محروم کیے جارہے ہیں۔''فرمایا: میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے:

((اَنَّ النَّبِيَّ لَا يُوْرَثُ)) کہ نبی کے ترکات وجائداد میں وراثت نہیں جاری ہوتی۔ نیز فرمایا:

ولٰکنی أعول من کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یعول وأنفق علی من کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ینفق۔

یعنی''البتہ ان تمام لوگوں کے اخراجات وضروریات کی ذمہ داری مجھ پرضرور ہے جن کی عیال داری حضور ﷺ فرماتے

تھے۔" [مسند احمد، ج:۱، ص:۱۰ طبع اوّل، رقم:٦٠]

آپ نے دیکھا کہ اس طویل قضیہ کے خاتمہ اور وراثت کا مرحلہ حدیث نبوی کی روشنی میں خلیفہ راشد خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے طے کیا اور قرآن کی آیت میراث سے میراث نبوی کے معاملہ کو مستثنیٰ قرار دیا اور اس پر عمل درآمد کیا تاکہ ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی نہ ہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس معنی میں "مرکز ملت" نہ تھے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کچھ ردّ و بدل فرمائیں اور تقاضائے زمانہ اور ماحول کا لحاظ کریں۔

منتخب کنز العمال میں روایت موجود ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وراثت کے مسئلہ میں فطری طور پر جب کچھ ملول خاطر ہوئیں تو عاشق صادق نے ارشاداتِ رسالت مآب کی اتباع کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

فَاِنِّیۡ اَخۡشٰی اِنۡ تَرَکۡتُ شَیۡئًا مِنۡ اَمۡرِہٖ اَنۡ اَزِیۡغَ ۔

"میں ڈرتا ہوں کہ اگر آپ کے امر و ارشاد میں سے کوئی چیز بھی چھوڑ دوں گا تو گمراہ ہوجاؤں گا۔" [نیز دیکھئے مسند امام احمد کے حاشیہ پر، ج:۳،ص:۱۲۸،طبع معارف مصر و بیہقی، ج:٦،ص:۳۰۱]

پھر فرمایا صرف اوامر ہی نہیں بلکہ جو جو آپ کے اعمال شریفہ تھے اس میں سے بھی کوئی عمل ایسا نہیں ہے جو قابل ردّ و بدل ہو؟ میں بعینہٖ اس کے مطابق اپنے اعمال کو رکھوں گا۔ فرمایا:

لَسۡتُ تَارِکًا شَیۡئًا کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَعۡمَلُ بِہٖ اِلَّا عَمِلۡتُہٗ ۔ [منتخب کنز العمال علی هامش مسند احمد، ج:۳، ص:۱۲۸]

یعنی "میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال شریفہ سے کوئی بھی عمل ایسا نہ چھوڑوں گا جس پر کہ میں عمل نہ کروں۔"

ناظرین کرام! آپ نے دیکھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وقتی رنجش اور طبعی ملال خاطر کو برداشت کرلیا اور آج تک آپ حضرات شیعہ میں اسی کے طفیل بدنام بھی ہیں۔ مگر یہ نہ ہوا کہ زمانہ کے تقاضا اور ماحول کے اثر کا تاثر لے کر فرمانِ رسالت میں نرمی و لچک پیدا کردی۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر ذرا بھی خلافِ امر ہوا تو میں کج راہوں اور گمراہوں میں شمار ہوجاؤں گا۔ سبحان اللہ! کیسے مطیع رسول اور کیسے وفادار لوگ تھے۔ زمانہ و ماحول کا تقاضا اور بڑے سے بڑا قضیہ ان کے اتباع کامل کے جذبہ کو ڈگمگا نہ سکتا تھا۔ آج پرویزی کہتے ہیں کہ زمانہ کے تقاضوں سے احکام نبوی بدلتے جاؤ۔ بہرحال مذہب کی سب تفصیلات وجزئیات سنن نبویہ کی روشنی میں جس قدر بھی موجود ہیں ان میں لچک اور لوچ کا اب کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ سائنس کی ہمنوائی میں اپنے دور میں سرسید مرحوم نے جو کچھ تاویلات رکیکہ کی ہیں اس پر حضرت اکبر الہ آبادی اس طرح ماتم کرگئے ہیں ؎

دیکھ کاری گریٔ حضرتِ سید اے شیخ
دے گئے لوچ وہ مذہب میں کمانی کی طرح

اب پرویز صاحب اپنے زمانہ کی ہمنوائی اور آزاد طبعوں کی ہم نوائی میں قرآنی توضیحات سنن رسول میں لوچ دینے اور توڑ تاڑ کر بدل دینے کے لیے تیار ہیں۔ اَلَا بِئۡسَ مَا یَصۡنَعُوۡنَ

آہ کس درجہ ہیں "پرویز منش" بے توفیق
خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اپنا حصہ طلب کیا تھا۔ [صحیح بخاری:۳۰۹۴]

ازواجِ مطہرات نے بھی اس کا ارادہ فرمایا تھا مگر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سب کے سامنے حدیث نبوی ((لَا نُوۡرَثُ مَا تَرَکۡنَا صَدَقَۃٌ)) پیش کردی تو اس پر سب لوگ خاموش ہوگئے۔

[صحيح بخاری: ٦٧٣٠- بيهقی، ج:٦، ص:٣٠١]

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضامندی: حتی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو اس معاملہ میں پیش پیش تھیں وہ بھی راضی ہوگئیں۔

[بیہقی، ج:٦،ص:۳۰۱،مطبوعہ حیدرآباد]

(۲) قضیہ خلافت میں حدیث نبویؐ سے فیصلہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پرملال کے بعد انتخاب خلیفہ کے معاملہ میں صحابہ میں باہم سخت اختلاف پیدا ہوا۔ چناں چہ انصار نے کہا

کہ ہمارا خلیفہ ہماری برادری سے ہوگا اور مہاجرین کا خلیفہ مہاجرین سے کوئی منتخب ہوگا۔ یہ آخری بات بظاہر فیصلہ کن اور اصولی سمجھ کر کی گئی تھی۔ مگر حدیث نبوی کے خلاف ہونے کی وجہ سے درخور اعتنا نہ ہوسکی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انصار کی تعریف وتوصیف میں ایک پرمغز اور مدلل تقریر کے اثناء میں سعد بن عبادہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم بھی اس مجلس میں موجود تھے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

《 الائمة من القريش 》

''کہ خلیفہ قریشی ہونا چاہیے۔'' انھوں نے اس کا اعتراف کیا اور سارا جھگڑا اسی جگہ ختم ہوگیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فَلَمَّا سَمِعُوْا حَدِيْثَ 《 اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ 》 رَجَعُوْا عَنْ ذٰلِكَ وَاَذْعَنُوْا ۔ [فتح الباری، ج:۱، ص:۳۶۵ طبع قديم تحت حديث: ۳۶۶۸]

یعنی ''جیسے ہی لوگوں نے یہ حدیث سنی اپنے خیالات سے باز آ گئے اور سب نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ بڑے بڑے اہم اختلافات اور ملکی وقومی معاملات حدیث رسول پیش ہوتے ہی آن کی آن میں ختم ہوجاتے تھے۔ اور زمانہ کی سازگاری و ہم نوائی، قومی کشاکش اور ماحول کے اثرات سے حدیث رسول میں یا بلفظ دیگر توضیحات نبویہ میں کسی قسم کی لچک پیدا کر دینا صحابہ کرام جانتے ہی نہ تھے۔ اسی لیے دو امیروں کے وجود کے لیے لچک پیدا نہ کر سکے۔ پھر زمانہ کے تقاضوں اور ماحول کے دباؤ کے لیے ردّ و بدل کر دینا تو بہت دور کی بات تھی۔



مسلمانوں کی دینی ذمہ داریاں

حافظ نعیم الحق نعیم رحمہ اللہ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى اله واصحابه اجمعين ومن تبعهم الى يوم الدين ۔
اما بعد ...... فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم۔
﴿ ان الدين عند الله الا سلام ﴾

دنیا کے تمام انسان اپنی اصل کے اعتبار سے مسلمان ہی ہیں۔ یعنی جب وہ پیدا ہوئے تھے تو اُس وقت وہ مسلمان ہی تھے۔مگر اپنے گھریلو ماحول، والدین کی تربیت اور شیطان ونفس کے بہکانے کی وجہ سے کوئی یہودی بن گیا، کوئی عیسائی بن گیا۔ کوئی ہندو ہوگیا، کوئی سکھ ہوگیا۔ کوئی بت پرست بن گیا اور کوئی ملحد وزندیق اور کمیونسٹ بن گیا۔ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے:

《 مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ 》[بخاری:١٣٥٩]

''یعنی ہر نو مولود فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین ہیں جو اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا ڈالتے ہیں۔''

اس کے پیشِ نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کا ہر انسان ......خواہ وہ یہودی، عیسائی ہو یا ہندو، سکھ اور کمیونسٹ ...... اس کی اوّلین اور اہم ترین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی اصل فطرت کی طرف لوٹ آئے اور اسلام میں داخل ہوجائے، گویا انسان کی اصل ذمہ داری اسلام ہے۔ مسلمان ہوجانا ہے۔

پھر انسان جب مسلمان ہوجاتا ہے تو یہ اسلام اور مسلمانی بجائے خود ایک ایسی ذمہ داری ہے جو اپنے ساتھ ہزاروں ذمہ داریاں لے کے آتی ہے۔ کہنے کو تو اسلام ایک ہی ذمہ داری ہے مگر سوچا جائے تو یہ بے شمار ذمہ داریوں کا مجموعہ ہے۔ اس لفظ کے معنی ومفہوم پر ہی غور کرلیا جائے تو بات بالکل واضح ہوجاتی ہے۔

'اسلام' کے لغوی معنی ہیں اطاعت وفرماں برداری کرنا، کسی کی بات، کسی کے حکم کے سامنے سرِتسلیم خم کردینا۔ اور ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ایک ہی حکم تو نہیں جس کی اطاعت اور جس کے سامنے ہمیں سرِتسلیم خم کرنا ہے بلکہ اس کے بے شمار احکام ہیں۔ بے شمار فرامین ہیں جن کو اپنے اپنے وقت پر بجا لانا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

چو می گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ را

یعنی چوں کہ مجھے معلوم ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کہہ دینے اور مسلمان ہوجانے کی وجہ سے کتنی مشکلات پیش آسکتی ہیں اور اپنے اوپر کتنی ذمہ داریاں عائد ہوجاتی ہیں، اس لیے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے لرز جاتا ہوں اور مجھ پر کپکپی طاری ہوجاتی ہے۔

اردو میں اسی حقیقت کو کسی نے یوں بیان کیا ہے ؎

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

قرآن وسنت میں ایک اور لفظ اطاعت کا آتا ہے جو تقریباً اسلام ہی کے ہم معنی ہے۔

﴿ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾ [النساء:٥٩]

''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو۔''

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ [النساء:٨٠]

''جس نے رسولِ اکرم ﷺ کی اطاعت کی اُس نے یقیناً

اللہ کی اطاعت کی۔‘‘

اطاعت کے معنی ہیں کسی کی بات کو بطیبِ خاطر قبول کر لینا، کسی کے حکم کو دل کی خوشی سے تسلیم کر لینا۔ اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم ﷺ کی اطاعت کے معنی یہ ہوئے کہ مسلمان ان کے احکام بجا لاتے ہوئے دل میں تنگی بھی محسوس نہ کرے بلکہ خوشی خوشی ان کے اوامر ونواہی کی پابندی کرتا ہے۔ خواہ اس کے مفادات پہ زد پڑ جائے، خواہ اس کی خواہشات پر چھری مل جائے۔

اسلام اور اطاعت کے ساتھ اگر لفظ عبادت بھی ملا دیا جائے تو بات ذرا اور واضح ہوجائے گی۔ اللہ کی عبادت کے معنی یہ ہیں کہ اپنے آپ کو اللہ کا عبد سمجھ کر، اس کا بندہ اور غلام بنا کر، اس کی محبت اور اس کا خوف دل میں رکھتے ہوئے، اس کے تمام احکام کی تعمیل کرتے ہوئے زندگی بسر کی جائے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾

[الذاريات: ٥٦]

’’میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔‘‘

یعنی میرے بندے اور غلام بن کر زندگی بسر کریں۔ زندگی کے تمام شعبوں میں میرے احکام نافذ کریں اور تمام زندگی کو نورِ ہدایت سے منور کریں۔

اب جب ہم اسلام کے مفہوم، اطاعت کے مفہوم اور عبادت کے مفہوم پر غور کرتے ہیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ ہمارا دین، دین اسلام ہماری تمام زندگی کو اپنی گرفت میں لینا چاہتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ ہماری زندگی کا کوئی شعبہ بھی اس کی گرفت سے باہر نہ رہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ زندگی کے مختلف شعبوں کے حوالے سے مسلمان پر مختلف ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں کچھ ذاتی، گھریلو، محلے کی زندگی کے حوالے سے اور کچھ شہری، ملکی، قومی اور بین الاقوامی زندگی کے حوالے سے۔

دوسرے لفظوں میں ان تمام ذمہ داریوں کو ’’عمل صالح‘‘ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے جس کے کرنے سے انسان جنت کا مستحق بن جائے گا اور نہ کرنے سے اُسے جہنم میں جانا ہوگا۔ اعاذنا اللہ منہا

اب اس عمل صالح کے مفہوم میں چوں کہ عمومیت اور وسعت ہے اس لیے اس میں توحید ورسالت کی شہادت کے ساتھ ساتھ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جیسے ارکانِ اسلام بھی آ جائیں گے اور دیگر تمام حقوق العباد بھی۔ مثلاً اولاد، زوجین، والدین اور دیگر قرابت داروں کے حقوق، اسی طرح اس میں بیع وشرا یعنی خرید وفروخت کے احکام بھی آ جائیں گے اور نکاح وطلاق کے مسائل ومعاملات بھی۔ اس میں امن وامان قائم کرنے کی ذمہ داریاں بھی آ جائیں گی اور عدل وانصاف کے تقاضے بھی۔

① ...... قصہ مختصر یہ کہ مسلمان کی دینی ذمہ داریوں میں سب سے پہلی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات سمجھ کر اپنی عملی زندگی کو اس کے مطابق بنائے تاکہ وہ یہ بات کہنے کے قابل ہوسکے کہ

﴿ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ o ﴾ [الانعام: ١٦٢، ١٦٣]

’’میری نماز، میری قربانی، میری زندگی، میری موت (سب کچھ) اللہ ربّ العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے مسلمان ہوں۔‘‘ یعنی میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں سب سے پیش پیش ہوں۔

② ...... دوسری بنیادی ذمہ داری مسلمان کی یہ ہے کہ جس طرح اس نے اپنی زندگی میں انقلاب برپا کر رکھا ہے اسی طرح دوسروں کی زندگی میں بھی انقلاب برپا کرنے کی فکر اور کوشش کرے۔ جن چیزوں پر خود عمل کرتا ہے، دوسروں کو بھی ان پر عمل پیرا

ہونے کی تلقین وتبلیغ کرے گویا دعوت وتبلیغ کا کام مسلمان کی دوسری بنیادی ذمہ داری ہے۔

تبلیغ کے معنی ہیں پہنچا دینا اور دعوت کے معنی ہیں بلانا۔ کس چیز کو دوسروں تک پہنچانا ہے؟ اور کس چیز کی طرف لوگوں کو بلانا ہے؟ یہ امر ہے جو اس وقت ہمارے لیے لائق توجہ اور قابل غور وفکر ہونا چاہیے۔

اس وقت ہمارے ہاں کئی ایک جماعتیں دعوت وتبلیغ کا کام کررہی ہیں۔ تقریباً سب جماعتیں نام تو اسلام اور کتاب وسنت ہی کا لیتی ہیں۔ حتی کہ مرزائی اور شیعہ تک کتاب وسنت کا نام لینے پہ مجبور ہیں۔ ایک عرصہ ہوا انھوں نے یہاں لاہور میں کتاب وسنت کانفرنس بھی منعقد کی تھی۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ سب لوگ نام کتاب وسنت اور اسلام ہی کا لیتے ہیں مگر تبلیغ کرتے ہیں اپنے مخصوص فرقہ وارانہ نظریات کی، بلاتے ہیں اپنی مخصوص شخصیات اور اُن کے افکار کی طرف۔ چناں چہ کوئی مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے دجالانہ افکار کی طرف دعوت دے رہا ہے، کوئی عبداللہ بن سبا کے نظریات کی طرف، کوئی احمد رضا خاں بریلوی کی طرف لوگوں کو بلا رہا ہے، کوئی دیوبندیت کی طرف۔ کوئی فقہ جعفریہ کی تبلیغ کررہا ہے، کوئی فقہ حنفی کی۔ پھر فقہ حنفی کی تبلیغ کرنے والوں کے بھی کئی درجے ہیں۔

کوئی سو فی صد فقہ حنفی ماننے اور منوانے پہ تلا ہوا ہے، کوئی نوے فی صد اور کوئی اسی فی صد۔ مثلاً دیوبندی، بریلوی، سیاسی جماعتیں، تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی اور ڈاکٹر اسرار احمد کی تنظیم اسلامی وغیرہ۔

یہ سب لوگ مخصوص نظریات کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ حالاں کہ حکم یہ تھا کہ تم صرف اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اس کے بھیجے ہوئے دین، خالص کتاب وسنت کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔

﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ﴾ [یوسف:۱۰۸]

''کہہ دیجیے (اے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام) یہ ہے میرا راستہ، دعوت دیتا ہوں میں اللہ کی طرف۔''

﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ ﴾ [النحل:۱۲۵]

''دعوت دو تم اپنے ربّ کے راستے کی طرف۔''

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ ﴾

[آلِ عمران:۳۱]

''کہہ دیجیے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔''

﴿ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾ [النسآء:۵۹]

''اللہ اور رسول ﷺ کے فرماں بردار بن جاؤ۔''

خالص اسلام، خالص کتاب وسنت کی دعوت اگر آپ کو ملے گی تو وہ اللہ کے فضل وکرم سے اُن لوگوں کے ہاں ملے گی جن کو اہل حدیث کہا جاتا ہے، جن کو سلفی کہا جاتا ہے، جن کو غیر مقلدیت کے طعنے دیے جاتے ہیں جو کسی امتی پر اُس طرح ایمان نہیں لائے جس طرح اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لایا جاتا ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ مسلمان کی پہلی بنیادی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ خالص اسلام پر عمل پیرا ہو، اور دوسری بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ خالص اسلام کی تبلیغ بھی کرے۔

دعوت وتبلیغ کے لیے ہر قسم کے جائز ذرائع ووسائل استعمال کیے جانے چاہئیں۔ عمل کے ساتھ بھی تبلیغ کی جاتی ہے، زبانی گفتگو اور تقریر کے ساتھ بھی۔ آج کل قلم، تحریر، لٹریچر بھی ایک بہت بڑا اور بہت مؤثر ذریعہ تبلیغ ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارا ادارہ دارالدعوۃ السّلفیہ بھی اپنی حد تک کچھ خدمات سرانجام دے رہا ہے جو احباب سے مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائے۔

③......تیسری بنیادی ذمہ داری مسلمان پر یہ عائد ہوتی ہے کہ وہ فی سبیل اللہ قتال کرے یعنی اگر حالات تقاضا کریں کہ مسلمان اللہ کے لیے لڑنے مرنے کے لیے میدان میں اتر آئے تو وہ اس سے بھی دریغ نہ کرے۔

یہ وہ بنیادی فریضہ ہے جس کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کیا جاتا ہے، اللہ کے کلمہ کو بلند کیا جاتا ہے، اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کو نافذ کیا جاتا ہے، باطل کو مغلوب اور حق کو غالب کیا جاتا ہے۔ تاریخ اسلام کو رنگین بنایا جاتا ہے۔ اس کو ترک کردیا جائے تو

مسلمانوں کی عزت ذلت اور آزادی غلامی میں بدل جاتی ہے۔ مسلمان سادگی و پاکبازی کو چھوڑ کر آرام طلبی اور عیش و عشرت میں پڑ جاتا ہے اور یوں دنیا میں ذلیل و خوار ہو کر رہ جاتا ہے۔ آج ہم سب مسلمان اس ذمہ داری سے کوتاہی اور اس فریضے سے غفلت کے نتائج بھگت رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو، عوام کو اور خواص کو، راعی اور رعیت کو محکوموں اور حکمرانوں کو اس کوتاہی اور غفلت کے ازالے کی توفیق عنایت فرمائے!

④......مسلمان پر اس کے دین کے سلسلہ میں عائد ہونے والی ذمہ داریاں تو بے شمار اور ان کی فہرست بہت طویل ہے جیسا کہ گزشتہ تفصیل سے یہ بات واضح ہو چکی ہے۔ اس وقت صرف ان ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو انتہائی بنیادی قسم کی ہیں۔ ان کے علاوہ ایک اور ذمہ داری جو انتہائی اہمیت کی حامل ہے اور جس کا ہماری بیان کردہ ذمہ داریوں سے بے حد گہرا تعلق ہے، وہ ہے انفاق فی سبیل اللہ کی ذمہ داری۔

یہ وہ ذمہ داری ہے جس کی ادائیگی کے بغیر نہ پہلی ذمہ داری صحیح معنوں میں پوری کی جاسکتی ہے اور نہ دوسری اور نہ تیسری۔ اس کی ادائیگی کا امیروں کو بھی حکم دیا گیا ہے اور غریبوں کو بھی۔ صحابہ کرام میں سے تقریباً ہر شخص اپنی حیثیت و استطاعت کے مطابق انفاق فی سبیل اللہ پر عمل کیا کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ منافقین مالی طور پر کمزور صحابہ کرام کے جذبہ انفاق کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ﴾

[التوبہ: ۷۹]

اسی طرح مکی سورتوں میں بھی اس انفاق فی سبیل اللہ کا حکم موجود ہے جب کہ مسلمان مالی طور پر کمزور تھے اور مدنی سورتوں میں بھی جب کہ مسلمان قدرے خوش حال ہو چکے تھے۔

اس ذمہ داری میں کوتاہی کی وجہ سے مسلمانوں میں سوشلزم اور کمیونزم وغیرہ ملحدانہ فتنوں نے سر اٹھایا اور اس ذمہ داری کو ادا کر کے ہی ان فتنوں کا سر کچلا جا سکتا ہے۔

اس وقت پوری دنیا میں اسلام دشمن طاقتیں الحاد و بے دینی پھیلانے کے لیے بے حد دولت خرچ کر رہی ہیں مگر مسلمان دعوت و تبلیغ میں پیسہ لگانے میں بہت پیچھے ہیں۔ وہ لوگ لٹریچر لکھواتے ہیں، چھپواتے ہیں اور مسلمانوں میں فری یا کم از کم قیمت پر تقسیم کرواتے ہیں۔ اور ہم لوگ عام طور پر اس قسم کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری نئی نسل اپنے دین سے، اپنی تاریخ سے، اپنی تہذیب و ثقافت سے بہت دور ہوتی چلی جارہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین



مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی

محمد اسحاق بھٹی

کرشن لال نے پانچویں جماعت میں داخلہ لے لیا ہے اور پڑھائی شروع ہوگئی ہے۔ حسن اتفاق سے اس کے تمام اساتذہ مسلمان ہیں۔ ان میں ایک ماسٹر محمد زکریا ہیں، دوسرے ماسٹر احمد دین ہیں اور تیسرے ہیں ماسٹر معراج الدین۔ یہ تینوں استاد طلبا کے بے حد خیرخواہ ہیں اور نہایت محنت سے پڑھاتے ہیں۔ لیکن اس کے ہم جماعت لڑکے ہندو بھی ہیں، مسلمان بھی ہیں، سکھ بھی ہیں اور عیسائی بھی۔ چاروں مذاہب سے تعلق رکھنے والے یہ لڑکے گاؤں سے اکٹھے سکول جاتے ہیں اور اکٹھے واپس آتے ہیں۔ آپس میں ان کی مذہبی چھیڑ چھاڑ بھی رہتی ہے اور ساتھ ہی باہمی محبت بھی ہے۔

کرشن لال اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ کرشن جی مہاراج کا مرتبہ بہت بلند ہے اور وہی اصل بھگوان ہیں۔ اس کی دلیل کیا ہے؟ اس کا صحیح جواب وہ نہیں دے سکتا۔ بس وہی کچھ کہتا ہے جو اس نے گھر میں اپنے بڑوں سے سنا ہے۔ سوہن سنگھ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ گورونانک جی کا مقام سب سے اونچا ہے۔ آرتھر مسیح اور سلامت مسیح اپنی گفتگو میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان سب سے بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔ اللہ دتہ اور عطا محمد کے خیال میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ ان کے فرامین و احکام نہایت واضح ہیں اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ یہ بحث و مباحثہ ان ہم جماعت لڑکوں کا ہر روز کا معمول بھی ہے اور مشغلہ بھی ہے۔

اسی طرح چلتے چلتے ایک دن آیا کہ اللہ دتہ اور عطا محمد نے کرشن لال کو کلمہ توحید **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھا دیا اور کرشن لال نے بغیر کسی جبر کے بہ درجہ غایت مسرت کے ساتھ یہ کلمہ پڑھ لیا۔ لیکن اسی اعتبار سے وہ کرشن لال ہی ہے اور جسمانی لحاظ سے نابالغ۔ ذہنی اعتبار سے اسے کچھ معلوم نہیں کہ اسلام میں کون سی خوبی اور کون سی صداقت ہے، جس نے اسے کلمہ پڑھنے اور اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ بس اس کے دل کی آواز ہے جو اسے اسلام کی طرف لے آئی ہے اور ناقابل بیان سوچ ہے جس نے اسے اس راہ پر لگا دیا ہے۔ اب ہندو مذہب سے وہ کلیۃً دور ہوگیا ہے بلکہ اس سے نفرت کرنے لگا ہے۔ آٹھویں جماعت میں اس نے اپنے دونوں ساتھیوں سے نماز بھی سیکھ لی ہے اور اس کے طریق ادا کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرلی ہیں اور پھر لوگوں سے چھپ چھپا کر نماز پڑھنے بھی لگا ہے۔

ایک دن عجیب معاملہ ہوا۔ چھٹی کے بعد حسب معمول کرشن لال، اللہ دتہ اور عطا محمد تینوں اپنے گاؤں کی طرف آرہے تھے کہ عطا محمد نے اس کی چوٹی کاٹ دی، یعنی وہ بال جو لٹ یا ''بودی'' کی صورت میں ہندو اپنے سر پر رکھتے ہیں، عطا محمد نے قینچی سے ان کا خاتمہ کردیا۔ چوٹی ان کا مذہبی شعار ہے، جس پر عمل کرنا اور اس کی حفاظت کرنا ان کے نزدیک ضروری ہے۔ یہ خبر پورے گاؤں میں پھیل گئی کہ گوراں دتا مل کے بیٹے کرشن لال کی چوٹی مسلمانوں نے کاٹ دی ہے۔ اس نے ایک ہنگامے کی صورت اختیار کرلی اور ہندو مسلم تصادم کا خطرہ پیدا ہوگیا۔ لیکن بعض لوگ درمیان میں پڑے اور تلخی کے آثار ختم ہوگئے۔ اسی اثنا میں مڈل کا امتحان ہوا اور کرشن لال کو اچھے نمبروں میں کامیابی حاصل ہوئی۔

اب وہ ذہنی طور سے مسلمان تھا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوا کہ نماز پڑھنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟ یہ بات وہ کسی سے پوچھ نہیں سکتا تھا۔ اس کے رازدان دو ہی لڑکے تھے عطا محمد اور اللہ دتہ۔ وہ بھی شاید اس قسم کے مسائل نہیں جانتے ہوں گے۔ اس سلسلے میں اس نے

’’اجتہاد‘‘ سے کام لینا شروع کیا۔ وہ کسی طرح اپنے گھر کی کھوہی کے پانی سے وضو کرتا اور مندر میں چلا جاتا، وہاں آلتی پالتی مار کر مغرب کی طرف رخ کر کے بیٹھ جاتا اور اشارے سے نماز ادا کر لیتا، کبھی دکان میں کوئی کتاب سامنے رکھ لیتا اور تھوڑی بہت اوپر نیچے حرکت کر کے اس فریضے سے سبک دوش ہو جاتا۔ کبھی چلتے پھرتے اشاروں میں پڑھ لیتا۔ ایک دن چند ساتھی پیلو کھانے کے لیے گئے۔ وہ نماز ظہر کا وقت تھا۔ کرشن لال پیلو کے درخت پر چڑھا۔ درخت کی ایک مضبوط لکڑی کے دونوں طرف پاؤں لٹکائے اور نماز ادا کر لی۔ اسے آپ اجتہاد سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں اور القا بھی کہہ سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ایسے مسلمان لڑکے کے دل میں ڈال دیا جو ایک غیر مسلم معاشرے سے تعلق رکھتا ہے۔ نہ وہ اپنے اسلام کا اظہار کر سکتا ہے اور نہ اپنے دل کی بات کسی کو بتا سکتا ہے۔ اللہ نے ادائے نماز کا ایک انداز اسے سجھا دیا اور وہ اس پر بیٹھے، لیٹے، چلتے پھرتے، کسی نہ کسی صورت میں عمل کرتا رہا۔ اس انداز میں اس کے لیے بڑی چاشنی تھی، بڑی لذت تھی، بڑا سرور تھا۔

ایک دن کرشن لال اپنے بھائی ہنسراج کے کہنے پر بھٹیارن سے چنے بھنوا کر لایا اور بھائی کو دیے۔ عصر کا وقت تھا۔ بھائی دانے چبا رہا تھا، لیکن کرشن لال کو اپنی نماز کی فکر ہے کہ اس کا وقت نہ نکل جائے۔ اب بر وقت نماز ادا کرنے کے لیے اسے یہ تدبیر سوجھی کہ دانوں پر سے چھلکا اتارنے لگا اور ساتھ ہی اشارے سے جو ایسی حالت میں سوجھ سکتا تھا، نماز شروع کر دی۔ ابھی اشاراتی نماز ختم نہیں ہوئی تھی کہ بھائی نے کہا حقہ تیار کر کے لاؤ۔ کرشن لال کو اس پر بے حد غصہ آیا۔ لیکن کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ بھائی کے حکم کی تعمیل کی۔ پھر گھر جا کر اپنی کتابیں دیکھنا شروع کر دیں اور ساتھ ساتھ نماز بھی پڑھتا رہا۔ والدہ وہیں بیٹھی تھیں، لیکن انھیں کیا پتا کہ بیٹا کیا کر رہا ہے۔ نماز پڑھی تو چین آیا۔

کبھی چھپ چھپا کر مسجد میں جا کر نماز پڑھ لیتا۔ ایک دن مسجد میں وضو کر رہا تھا کہ اتفاق سے ہنسراج کا ادھر سے گزر ہوا۔ اس نے اسے دیکھ لیا۔ بعض اور رشتے داروں کو بھی پتا چل گیا۔ اسے پکڑ لیا گیا اور خوب پٹائی کی گئی۔ ان کا کہنا ہے کہ ’’اس پٹائی میں جو سرور تھا، زبان اس کے بیان سے قاصر ہے۔‘‘

اب والدہ کو بھی معلوم ہو گیا تھا کہ میرے کرشن لال کے تیور اچھے نہیں، یہ مسلمانوں میں قدم رکھنے لگا ہے۔ بولی بیٹا! میرے پاس سونے کے زیورات ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہے۔ جو تمھارا جی چاہے لے لو، لیکن مسلمان نہ ہو جانا۔ اس اللہ کی بندی کو کیا پتا تھا کہ اسلام قبول کیے بغیر تو خود وہ بھی نہیں رہ سکے گی۔

مڈل پاس کرنے کے بعد کرشن لال کی تعلیم کا سلسلہ گھر والوں نے محض اس لیے بند کر دیا کہ اسے کسی ہائی سکول میں داخل کرانا پڑے گا اور ہائی سکول رینالہ خورد میں تھا جو ان کے گاؤں سے دس کیلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ وہاں گیا تو ہم سے بھی دور ہو جائے گا اور ہندو مذہب سے بھی دور ہو جائے گا۔ پھر ہمارے کام کا نہیں رہے گا۔

کرشن لال کو عبدالرشید تک پہنچنے کے لیے بہت سے خطرناک مراحل طے کرنا اور اذیت ناک موڑ کاٹنا پڑے۔ لیکن ان کا تذکرہ کرنے سے پہلے اللہ دتہ اور عطا محمد کے بارے میں چند باتیں سنتے جایے جو کرشن لال کے لیے عبدالرشید بننے کا باعث ہوئے۔ یہ دونوں بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ مڈل پاس کرنے کے بعد اللہ دتہ نے کوئی کورس پاس کیا اور محکمہ نہر میں اورسیر کے منصب پر فائز ہوا۔ عین جوانی میں وفات پا گیا۔

عطا محمد سکول ٹیچر ہو گیا تھا اور اپنے گاؤں اسلام پور کی سکونت ترک کر کے تاندلیاں والا کے قریب ایک گاؤں موضع کمیانہ چک چلا گیا تھا۔ کسی سے اپنی گاؤں والی زمین کا تبادلہ بھی کر لیا تھا۔ کمیانہ چک کے حاجی عبدالحق کی کوشش سے شیخ الحدیث مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی بھی وہاں تشریف لے گئے تھے۔ حضرت حافظ صاحب کے خطبات و دروس سے اس نواح میں بے شمار لوگوں نے مسلک اہل حدیث اختیار کیا، جن میں عطا محمد بھی شامل ہیں۔ ان کے کہنے پر (سابق کرشن لال) مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی بھی ایک مرتبہ وہاں گئے تھے اور خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا تھا۔ خطبہ جمعہ میں انھوں نے اپنے محسن عطا محمد کا ذکر بھی

کیا۔ اس سے چند روز بعد عطا محمد کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ باعمل موحد اور مبلغ اسلام بزرگ تھے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ

مڈل پاس کرنے کے بعد کسی نہ کسی طرح اشارے کنایے سے کرشن لال نماز تو پڑھتا رہا، لیکن اس نے سوچا کہ کہیں ملازمت کی صورت پیدا ہوجائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ چناں چہ کسی کی وساطت سے وہ اوکاڑہ پہنچا اور وہاں کی میونسپل کمیٹی کے پریذیڈنٹ سے ملا، جن کا نام اسفندریار خاں تھا۔ وہ دراصل باماں بالا کے رہنے والے تھے جو اچھے خاصے زمیندار تھے اور علاقے میں ان کا کافی اثر تھا۔ انھیں کسی طریقے سے یہ بات پہنچا دی گئی تھی کہ یہ لڑکا ہندو گھرانے سے تعلق رکھتا ہے مگر اس کے دل میں اسلام کی محبت ہے۔ اسے ہر صورت میں کسی چونگی پر بہ طور محرر ملازمت ملنی چاہیے۔ چناں چہ اسی وقت اس کی ملازمت کے آرڈر ہوگئے اور اوکاڑہ ریلوے اسٹیشن کے پل کی چونگی پر اس کی تقرری کردی گئی۔ اسے چونگی نمبر ۵ کہا جاتا تھا۔ اس چونگی پر کرشن لال نے کام شروع کردیا۔ اوکاڑہ شہر میں اس کے بعض رشتے دار رہتے تھے، جن کے ہاں کبھی کبھار وہ چلا جاتا تھا۔

اب کرشن لال کا اشہب حیات ایک بالکل نئی منزل میں داخل ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے ایک بہت بڑا خونی مرحلہ پیش آتا ہے جو اسے کرشن لال سے عبدالرشید کا گراں مایہ خلعت پہناتا ہے اور اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ مولانا عبدالرشید کے نام سے متعارف ہوتے ہیں۔ لیکن ابھی چند روز ہمیں کرشن لال ہی کے ساتھ رہنا چاہیے۔

اوکاڑہ کی محصول چونگیوں پر جو محرر ملازمت کرتے تھے ان میں ایک شخص مولوی نور محمد تھے جو خوش اخلاق اور عالی کردار شخص تھے۔ فاتح قادیان حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کے عقیدت مند تھے۔ قادیانیت کے خلاف اچھا خاصا لٹریچر ان کے گھر میں موجود تھا۔ وہ ضلع اوکاڑہ کے ایک قصبے بنگلہ گوگیرہ کے رہنے والے تھے۔ بارہ ایکڑ زمین کے مالک تھے۔ گاؤں میں اپنے خرچ سے مسجد تعمیر کرائی تھی۔ انھوں نے ایک دو دفعہ کرشن لال کو مسجد میں نماز پڑھتے دیکھ لیا تھا، اس لیے انھیں پتا چل گیا تھا کہ یہ ہندو لڑکا اندر سے مسلمان ہے۔ چناں چہ وہ اس سے بے حد ہم دردی کا اظہار کرنے لگے اور سوچنے لگے کہ اسے ہندوؤں کی گرفت سے چھٹکارا دلانے کی کیا صورت اختیار کی جائے۔ کچھ غور وفکر کے بعد انھوں نے فیصلہ کیا کہ چند روز کی رخصت لے کر اپنے گاؤں بنگلہ گوگیرہ چلے جانا چاہیے۔ چناں چہ انھوں نے رخصت کی درخواست کیش کے ڈبے میں ڈالی اور درخواست منظور کرائے بغیر گاؤں چلے گئے۔ کرشن لال بھی ان کے ساتھ تھا۔ مولوی صاحب کی عمر اس وقت چالیس برس کے قریب ہوگی۔ داڑھی اور سر کے بال بالکل سیاہ۔ صحت مند اور مستعد۔ دل کے غنی اور ہاتھ کے کھلے۔ اسی گاؤں میں کرشن لال کے تایا کی پوتی رکمن بی بی کی شادی ہوئی تھی۔ تین چار مرتبہ رکمن بی بی کے سسر کے پیغام مولوی نور محمد کو آئے کہ وہ ہمارے لڑکے کرشن لال کو ہمارے پاس بھیج دیں، اگر نہیں بھیجیں گے تو ان کے لیے مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں۔

رخصت کے دن گزارنے کے بعد مولوی نور محمد اور کرشن لال واپس اوکاڑہ آگئے۔ مولوی صاحب نے کرشن لال سے کہا کہ تم اپنی ڈیوٹی پر جاؤ اور میں فی الحال یہاں ایک ضلعدار کے گھر ٹھہروں گا اور مسلمان چونگی محرروں سے تمھارے متعلق معلومات حاصل کرتا رہوں گا۔ چناں چہ مولوی نور محمد کی ہدایت کے مطابق کرشن لال اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہوا تو وہاں اس کا خالہ زاد بھائی چونگی محرر بھی موجود تھا۔ اس نے کرشن لال سے پوچھا تم اتنے دن کہاں رہے۔ تمھاری والدہ تمھارے گاؤں سے یہاں آئی ہیں اور ہمارے گھر میں ٹھہری ہوئی ہیں۔ بہت پریشان ہیں۔ تم گھر جاؤ اور ان سے ملو تاکہ انھیں تسلی ہو کہ تم ٹھیک ٹھاک ہو۔ کرشن لال والدہ سے ملنے خالہ کے گھر گیا تو وہ بیٹے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میں نے سنا ہے تم مسلمان ہوگئے ہو۔ بیٹا یہ کام نہ کرنا۔ میرا تیرے بغیر کوئی نہیں ہے۔

کرشن لال نے والدہ سے کہا میرے مسلمان ہونے کی آپ کو جو اطلاع ملی ہے، وہ غلط ہے۔ آپ مطمئن رہیں، میں مسلمان نہیں ہوں، کرشن لال ہی ہوں۔ والدہ کو اس سے تسلی ہوگئی لیکن کرشن لال

کے دل پر اسلام قبضہ کر چکا تھا جو کسی صورت میں بھی اپنا قبضہ چھوڑنے پر تیار نہیں تھا۔

کرشن لال کی والدہ کے ساتھ اس کے دونوں بھائی ہنسراج اور برج لال بھی آئے تھے۔ گاؤں میں چوں کہ یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ گوراں دتہ مل کا بیٹا کرشن لال مسلمان ہوگیا ہے، اس لیے ان دونوں بھائیوں کا والدہ کے ساتھ آنا اور اصل صورتِ حال کی تحقیق کرنا ضروری ہوگیا تھا۔

پہلے بتایا جاچکا ہے کہ اوکاڑہ کی میونسپل کمپنی کے پریذیڈنٹ اسفندر یار خاں تھے۔ لیکن اب وہ پریذیڈنٹ نہیں رہے تھے، اب نیا پریذیڈنٹ آ گیا تھا جو سکھ تھا اور اس کا نام سوبھا سنگھ تھا۔ کرشن لال کا خالہ زاد بھائی اور بعض دیگر رشتے دار اسے سوبھا سنگھ کے پاس لے گئے۔ اسے دیکھتے ہیں سوبھا سنگھ نے اس کو ڈانٹنا شروع کر دیا اور کہا تم مولوی کے ساتھ گاے کے ہڈ کھا کر آئے ہو۔ میں تمھیں تھانے لے جاؤں گا۔ تمھیں وہاں یہ بیان دینا ہوگا کہ مولوی نور محمد مجھے اغوا کر کے لے گیا تھا اور اتنے دن اس نے مجھے اپنے قبضے میں رکھا۔ اس کے خلاف اغوا کا مقدمہ دائر کیا جائے گا۔ تھانے میں جو کچھ ہم کہیں گے، تم نے اس کی تصدیق کرنا ہوگی اور ہماری بات کو صحیح کہنا ہوگا۔ یہ باتیں سوبھا سنگھ نے کرشن لال سے نہایت سخت لہجے میں کہیں اور کرشن لال نے نہایت ٹھنڈے دل سے سنیں۔

اس وقت دو مسلمان چونگی محرر (محمد منشا اور محمد شفیع) بھی وہاں موجود تھے۔ انھوں نے یہ واقعہ مولوی نور محمد کو بتایا جو اس وقت ضلعدار کے مکان میں قیام پذیر تھے۔ انھوں نے مولوی صاحب ممدوح کو یہ بھی بتایا کہ اس لڑکے کے چہرے پر سوبھا سنگھ کی ان باتوں کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔ بہر حال سوبھا سنگھ اور بعض لوگ کرشن لال کو تھانے لے گئے، لیکن بغیر کوئی مقدمہ درج کرائے واپس آ گئے۔

بعد ازاں کرشن لال کو اس کے رشتے داروں کے گھر لایا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ اسے واپس اپنے گاؤں اسلام پور لے جانا چاہیے۔ یہاں اس کا رہنا مناسب نہیں۔ اس فیصلے کے بعد کرشن لال نے اپنی والدہ اور رشتے داروں سے کہا کہ مجھے اجازت دیجیے میں تھوڑی دیر اس شہر میں گھوم لوں۔ پھر واپس آ جاؤں گا۔ انھوں نے اجازت دے دی لیکن اس کے ساتھ اس کے بھائی برج لال کو بھیج دیا کہ یہ کہیں بھاگ نہ جائے۔ باہر آ کر اس نے برج لال کو جلیبیاں کھلائیں اور کہا کہ گنگا رام کی دکان پر میں نے کپڑے رکھے ہیں، وہ لے کر تھوڑی دیر کو آ جاؤں گا، تم گھر جانا چاہو تو چلے جاؤ۔ چناں چہ وہ واپس گھر چلا گیا اور کرشن لال وہاں سے سیدھا مولوی نور محمد کے پاس ضلعدار کے مکان پر پہنچ گیا۔ مولوی صاحب نے اسے دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا اور سجدے میں گر گئے۔ فرمایا اللہ نے تمھیں کامیاب فرما دیا ہے۔ اس سے قبل وہ محمد منشا اور محمد شفیع سے وہ باتیں سن چکے تھے جو اس سے سوبھا سنگھ نے کی تھیں اور اس پر ان باتوں کا کچھ اثر نہیں ہوا تھا۔

اب طے پایا کہ بچے کو اللہ کے سپرد کر کے اپنے اسلام کا کھل کر اظہار کر دینا چاہیے، جو ہونا ہے ہو جائے۔ اس وقت ان کا گاؤں اسلام پور ضلع منٹگمری (حال ساہی وال) میں تھا۔ مولوی نور محمد، کرشن لال کو منٹگمری لے گئے اور ایک وکیل سے مل کر حقیقت حال بیان کی۔ وکیل نے پوری بات سن کر اے ڈی ایم رانا عبدالحمید خاں کی عدالت میں کرشن لال کی طرف سے ایک درخواست پیش کی کہ میں ہندو مذہب سے تعلق رکھتا تھا، اب بغیر کسی قسم کے جبر واکراہ کے اپنی مرضی سے مسلمان ہونا چاہتا ہوں، میری عمر سولہ سال کی ہے اور میں اپنے نفع ونقصان کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ یہاں یہ عرض کر دیں کہ اس کی عمر اس وقت پندرہ سال تھی، لیکن وہ انگریزی حکومت کا زمانہ تھا اور انگریزی حکومت میں پندرہ سال کے لڑکے کو نابالغ اور سولہ سال کے کو بالغ قرار دیا جاتا تھا اور ادھر اس کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنے قبولِ اسلام کے اعلان کے لیے اس قدر بے تاب اور بے چین تھا کہ مزید ایک سال انتظار کرنا اس کے لیے ناممکن ہوگیا تھا۔ یہ درخواست کرشن لال نے ۱۹۔ جون ۱۹۴۵ء کو دی تھی۔ یعنی قیامِ پاکستان سے ایک سال دس مہینے قبل۔ اس کی نقل اس کو چار دن بعد ۲۳۔ جون ۱۹۴۵ء کو ملی۔ عدالت نے اس کی قبولِ اسلام کی درخواست منظور کرتے ہوئے سوال

کیا کہ

تم مسلمان کیوں ہونا چاہتے ہو اور ہندو مذہب ترک کرنے کی کیا وجہ ہے؟

اس نے جواب دیا: ہندو یہاں بھی مر کر آگ میں جلتے ہیں اور آخرت کو بھی انھوں نے آگ ہی میں جلنا ہے۔ ایسے مذہب میں رہنے سے کیا فائدہ......؟

قبولِ اسلام کے بعد یہ عبدالرشید ہوگئے ہیں۔ یہاں تک ہمارا تحریری سفر کرشن لال کی رفاقت میں طے ہوا ہے۔ اس منزل پر پہنچنے کے بعد کرشن لال سے ہمارا رابطہ ٹوٹ گیا ہے۔ اب آئندہ سفر کے تمام مراحل عبدالرشید کے ہم قدم ہو کر طے کیے جائیں گے۔

قبولِ اسلام کی نقل لینے کے بعد عبدالرشید کو اپنے ساتھ لے کر مولوی نور محمد اپنے گاؤں بنگلہ گوگیرہ آ گئے۔ وہاں اوکاڑہ میونسپل کمیٹی کے پریذیڈنٹ سوبھا سنگھ کی طرف سے انھیں دھمکیاں آنی شروع ہوگئیں۔ اب فیصلہ کیا گیا کہ عبدالرشید کو میاں محمد باقر (مرحوم) کے پاس جھوک دادو بھیج دیا جائے۔ وہاں کے دینی مدرسے میں یہ تعلیم بھی حاصل کریں گے اور میاں صاحب کی نگرانی میں ان کی بہتر تربیت بھی ہوگی۔ چناں چہ مولوی نور محمد انھیں جھوک دادو لے گئے اور میاں صاحب سے ملاقات ہوئی، لیکن عبدالرشید کا وہاں جی نہیں لگا۔ اس کے بعد وہ انھیں کنجوانی لے گئے۔ وہ مولوی نور محمد کے سسرال کا گاؤں تھا، وہاں بھی عبدالرشید کا رہنا اللہ کو منظور نہ تھا۔ گھوم پھر کر وہ پھر بنگلہ گوگیرہ آ گئے۔ ایک دن مولوی نور محمد اپنے کسی کام کے لیے بازار گے اور شام کے قریب واپس آئے۔ ان کے چہرے پر پریشانی کے اثرات نمایاں تھے۔ عبدالرشید کے پوچھنے پر انھوں نے بتایا کہ اس کی رشتے دار بہن رکمن بی بی کے سسر نے انھیں بہت ڈرایا دھمکایا ہے اور کہا ہے کہ ہمارا لڑکا ہمیں دے دو ورنہ اس کا آپ کو ایسا خمیازہ بھگتنا پڑے گا کہ اس دنیا میں رہنا نصیب نہ ہوگا۔ ان کی پریشانی سے قدرتی طور پر عبدالرشید کو بھی بہت پریشانی ہوئی۔

اس کے بعد مولوی نور محمد صاحب بازار سے سبزی لائے۔ مسجد میں جا کر مغرب کی اذان دی اور نماز پڑھائی۔ کھانا کھانے کے بعد عشا کی نماز کا وقت ہوگیا۔ مولوی صاحب نے حسب معمول عشا کی اذان دی اور جماعت کرائی۔ پھر عبدالرشید کے پاس آئے جو باہر چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ انھیں نصیحتیں کرنے لگے اور کہا کہ یہاں مرزائی کافی تعداد میں ہیں، ان کے ہتھے نہ چڑھ جانا۔ یہ بہت چالباز لوگ ہیں۔ تقریباً ایک گھنٹا وہ عبدالرشید کے پاس رہے اور بہت سی نصیحتیں کیں اور دینی مسائل بتائے۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر چلے گئے اور عبدالرشید اور ان کا مزارع ان کی حویلی میں اپنی اپنی چارپائیوں پر سو گئے۔

صبح سویرے اندر سے چیخ پکار کی آوازیں آنے لگیں۔ یہ لوگ گھبرا کر اٹھے تو مولوی صاحب کی بیوی نے روتے ہوئے بتایا کہ مولوی صاحب کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اندر گئے تو دیکھا کہ ان کی شاہ رگ کسی تیز دھار آلے سے کاٹ دی گئی ہے، داڑھی کا بھی کافی حصہ کٹ گیا ہے۔ سینے پر مضبوط رسی باندھی ہوئی ہے۔ وہ صبح کی نماز کا وقت تھا۔ عبدالرشید نے لوگوں کو ان کی شہادت کے متعلق بتایا تو مرزائیوں نے ان سے کہا آپ فکر نہ کریں۔ آپ کو ہم نہایت حفاظت سے قادیان لے جائیں گے۔ وہاں کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے۔ رات والی مولوی صاحب کی بات ان کے ذہن میں تھی۔ انھوں نے مرزائیوں سے کہا آپ مجھ سے اس قسم کی کوئی توقع نہ رکھیں۔ میں آپ لوگوں کی چال میں نہیں آؤں گا۔

قتل کی اطلاع دینے اور رپورٹ درج کرانے کے لیے تھانے گئے تو ایس ایچ او ہندو تھا اور اے ایس آئی سکھ۔ وہ پولیس کی نفری کے ساتھ جائے وقوعہ پر آئے اور جو جی چاہا لکھا، یعنی ایف آئی آر ہی کم زور تھی جسے مقدمے کی جان کہا جاتا ہے۔ پھر لاش پوسٹ مارٹم کے لیے ساہی وال لے گئے۔ پوسٹ مارٹم کے بعد لاش بنگلہ گوگیرہ لائی گئی اور جنازے کے بعد شام کو انھیں دفن کر دیا گیا۔

اب انکوائری شروع ہوئی۔ پولیس کپتان عیسائی تھا جو جائے وقوعہ پر آیا۔ تھانہ بنگلہ گوگیرہ کی تمام پولیس وہاں موجود تھی۔ پولیس کپتان عبدالرشید کو الگ لے گیا اور ان سے چند سوالات کیے، جن کے انھوں نے اپنی سمجھ کے مطابق جواب دیے۔ وہ دراصل انھیں عیسائی

بنانا چاہتا تھا۔لیکن یہ اس کے جھانسے میں نہیں آئے۔ یہ تو سب کو معلوم تھا کہ مولوی نور محمد کی شہادت کا اصل باعث عبدالرشید کا قبولِ اسلام ہے۔ اس لیے ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی کثیر تعداد میں وہاں موجود تھے اور سب کو اس مقدمے میں اپنے اپنے انداز میں دلچسپی تھی۔ وہاں عبدالرشید کے رشتے دار اور گاؤں کے لوگ بھی موجود تھے۔ پولیس کپتان نے ان لوگوں کے سامنے کھڑے ہوکر عبدالرشید سے پوچھا: لڑکے تم بتاؤ کیا چاہتے ہو؟

عبدالرشید نے اس مجمعے میں کھڑے ہوکر بڑی جرأت کے ساتھ کہا کہ یہ ہندو، بنیے، کراڑ جو میرے سامنے بیٹھے ہیں، اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مجھے مارتے پیٹتے ہیں اور کئی قسم کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ میرا اب ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں مسلمان ہوں اور میرا تعلق مسلمانوں ہی سے ہے۔

عبدالرشید کا یہ اعلان سن کر مسلمان بہت خوش ہوئے اور بہ آواز بلند کہا کہ ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے مولوی نور محمد شہید کی جگہ پُر کردی اور اس کے بدلے میں ہمیں عبدالرشید مل گیا جو اسلام کا جرأت مند مبلغ ہوگا۔ اس وقت جھوک دادو کا ایک شخص محمد حسین بھی موجود تھا۔ اس نے خوش ہوکر عبدالرشید کو پانچ روپے کا نوٹ بہ طور انعام دیا۔ اوکاڑہ کے علاقے کے میاں عبدالحق ایم ایل اے بھی اس اجتماع میں شریک تھے (جو ایک گاؤں برج جیوے خاں کے رہنے والے تھے) وہ عبدالرشید کو اپنے ساتھ ساہی وال لے گئے اور اپنی کوٹھی میں ان کے قیام کا انتظام کیا۔ اس سے چند روز بعد رمضان کا مہینا آ گیا۔ عبدالرشید کی اسلامی زندگی کا یہ پہلا رمضان تھا۔ انھوں نے میاں عبدالحق ایم ایل اے کے کوٹھی میں روزے رکھنے کا آغاز کیا۔ وہاں سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر اس شہر کے مشہور اہل حدیث عالم مولانا عبدالجلیل کی مسجد تھی۔ عبدالرشید نہایت ذوق وشوق سے ہر روز اس مسجد میں نماز تراویح پڑھنے جاتے تھے۔

مولوی نور محمد کے قتل کا مقدمہ تقریباً دو سال چلتا رہا لیکن کچھ نہ بنا۔ کہا جاتا ہے کہ اس قتل میں ایک مسلمان بھی شامل تھا جسے بعد میں کسی وجہ سے کسی نے قتل کردیا تھا۔ سنا ہے کہ جب وہ قتل ہو رہا تھا تو اس نے کہا تھا کہ میں نے ناحق مولوی نور محمد کو قتل کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دنیا ہی میں اس کا انتقام لے لیا۔

رمضان کا مہینا گزرا تو یہ سوال پیدا ہوا کہ عبدالرشید کو دینی تعلیم کہاں دلائی جائے؟ میاں عبدالحق کا خیال تھا کہ اس لڑکے کو مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے پاس پٹھان کوٹ بھیج دیا جائے۔لیکن ان کے والد مکرم میاں نور محمد نے اس سے اختلاف کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ اسے میاں محمد باقر کے پاس جھوک دادو بھیجا جائے۔ میاں صاحب متقی بزرگ ہیں اور وہاں ان کا دینی مدرسہ بھی ہے۔ یہ لڑکا وہاں تعلیم بھی حاصل کرے گا اور میاں صاحب کی صحبت سے اس کے دل میں تقوے کے آثار بھی پرورش پائیں گے۔ چناں چہ میاں نور محمد کی راے پر عمل کیا گیا اور میاں عبدالحق نے اپنے ایک ملازم کے ساتھ عبدالرشید کو جھوک دادو بھیج دیا جو منڈی تاندلیاں والا کے قریب (ضلع فیصل آباد) میں ایک گاؤں ہے۔ دو چار گھرانوں کے علاوہ اس گاؤں کے سب لوگ طور برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس نواح میں طور برادری کے چار گاؤں ہیں۔ ایک یہی جھوک دادو، دوسرا موضع کٹو، تیسرا الکڑ والا اور چوتھا گاؤں ہے عینو والا۔ ان چاروں مواضع میں اہل حدیث مسلک کے لوگ آباد ہیں اور یہ سب میاں محمد باقر سے متاثر ہیں۔ میاں محمد باقر نے حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی سے تعلیم حاصل کی تھی اور حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا تھا۔ **رحمهم الله تعالى**

اُس زمانے میں منڈی تاندلیاں والا میں میاں عبدالحق ایم ایل اے کی آڑھت کی دکان تھی۔ میاں صاحب نے اپنی دکان سے عبدالرشید کا دس روپے ماہانہ وظیفہ مقرر کردیا جو ہر مہینے باقاعدگی سے انھیں مل جاتا تھا۔ دس روپے کو اس زمانے میں خاصی رقم کی حیثیت حاصل تھی، جب کہ ایک من گندم ڈیڑھ روپے میں ملتی تھی اور چینی ایک روپے کی پانچ سیر تھی۔



دشمن کے لیے گھوڑے تیار رکھو......!

محمد سلیم چنیوٹی

خبر ہے کہ امریکی بحری بیڑے نے پاکستانی قبایلیوں سے نبٹنے کے لیے پڑاؤ ڈال دیا ہے۔ اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب حمید گل نے کہا ہے کہ امریکا ۲۰ جولائی سے قبل ایک بڑا حملہ کرنے کے لیے تیار بیٹھا ہے۔

خاکم بدہن امریکا نے اگر اپنے اتحادیوں سمیت پاکستان کے قبائلیوں کو روندنا شروع کر دیا تو باقی پاکستانی کیا کریں گے؟ ہمارے حکم ران کیا کریں گے؟ ہمارے حکمران بھی تو وہ حکم ران ہیں جو امریکی مفادات کی چوسنی چوسنے والے، ہمارے سیاست دان وہ سیاست دان ہیں جو امریکی جھمیلوں ہی کے راہی اور ان سے دوستی کے روادار ہیں۔ الا ماشاءاللہ

کوئی تو ہو جو ضمیر کی قید سے نکلے اور پاکستان، اسلام، اہل اسلام اور شوکت اسلام کی خاطر میدانِ کارزار سجا دے۔ قرآنِ کریم کے اس حکم کے مطابق ''اپنے گھوڑوں کو دشمن کے مقابلے میں تیار رکھو'' کہ یہ مقابلہ ہی تمہاری عزتوں کا رکھوالا، تمہاری غیرت کو بچانے والا، تمہاری تاریخی حیثیت کو منوانے والا ہوگا۔

بدر کے میدان میں اُن نفوسِ قدسیہ کو دیکھ لو جو پورا دفاعی اسلحہ بھی نہیں رکھتے تھے۔ ایک ہزار کے لشکر کے مقابلے میں صرف تین سو تیرہ کی قلیل تعداد، چند گھوڑے، چند تیر اور کچھ نیزے ان کا اسلحہ تھا۔ باقی افراد نے محض کھجور کی چھڑیاں پکڑی ہوئی تھیں۔ جب اللہ کے نبی ﷺ نے یہ ماجرا دیکھا تو اپنا سر مبارک خالق کائنات کے سامنے رکھ دیا اور اُس مالک وخالق سے دعا کے لیے گڑگڑائے۔

''اے اللہ کریم! اگر آج یہ تیرے بندے جو تیرے نام لیوا ہیں، تیری توحید کی خاطر میدان میں نکلے ہیں، آج اگر تو نے ان کی مدد ونصرت نہ فرمائی تو قیامت تک تیرا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا۔''

اس دعا ہی کی برکت تھی کہ رحمت باری تعالیٰ نے جوش مارا، اور پھر اللہ کریم نے اپنے فرشتوں کے ذریعے اس قافلہ توحید وسنت کی مدد کے لیے اپنی تدبیر فرمائی۔ یہ تدبیر خداوندی ہی کارگر ہوئی کہ کفار کے بڑے بڑے سردار میدانِ بدر میں کام آئے اور ان کے سر کٹ کر اس میدان کی زینت بنے ہوئے تھے۔

امریکی تیاری سے اگر آج بھی اُسی کی دوستی کو ہم نے اپنے لیے فخریہ قبول کیے رکھا یا اُس کی دوستی کو پاکستانی عوام، پاکستانی علاقوں اور پاکستانی سالمیت پر ترجیح دے دی تو یاد رکھنا ہماری داستان تک نہ ہوگی داستانوں میں......!

مقامِ افسوس ہے کہ اقوامِ کفر تو آج اپنے اسلحے، اپنی تیاریوں اور اپنی افواج کو دنیا کے جدید ترین اسلحوں، توپوں، ٹینکوں، طیاروں اور میزائلوں سے لیس رکھے ہوئے ہیں۔ جہاں اور جب چاہتے ہیں حملے کر دیتے ہیں۔ اس کی مثالیں ہمیں افغانستان، عراق، بوسنیا، فلسطین اور اب پاکستان کے علاقوں مالم جبہ، سوات، افغان سرحد کے ملحقہ علاقے باجوڑ اور مہمند ایجنسی وغیرہ میں بہ کثرت دیکھنے کو مل رہی ہیں۔ مگر ہم ہیں کہ ایٹم بم بنا کر بھیگی بلی بنے ہوئے ہیں۔ اور ہم خالق ایٹم بم کو قید رکھے ہوئے ہیں اور پھر ''شریفانہ'' گردان کر رہے ہیں کہ دہشت گردی ختم کریں گے یعنی اپنوں کو ہی کچل کر رکھیں گے، اپنے ہی علاقے پر خونِ مسلم بہائیں گے اور نیٹو ممالک کے ہم قدم چلتے رہیں گے۔ العیاذ باللہ من ذلک

اے حکم رانانِ پاکستان! اے سید پرویز مشرف، اے سید یوسف رضا گیلانی اور اے مسٹر زرداری وغیرہم! آؤ اپنی مسلمانانہ غیرت کے لیے میدان میں نکلو، اپنے اُس رسول ﷺ کی طرف دیکھو کہ جس نے اپنی وفات کے وقت، حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی دیواروں پر اُس وقت کے سب سے زیادہ کارآمد اسلحے (تلواروں) کو لٹکا رکھا تھا اور یہ نو عدد تلواریں اس پیغمبر ﷺ کی ملکیت تھیں، جس کے گھر بوقت وفات ان کی مبارک زرہ کو رہن رکھ کر روشنی کے لیے تیل خرید ا گیا تھا۔

حکم رانو! آپ نے جس کو دوست سمجھ رکھا ہے یہ تو صلیبی جنگ کا امام بنا ہوا ہے اور تم اس کی صلیبی خواہشات کو تو پورا نہ کرو، اے حکم رانانِ پاکستان اُس وقت کو یاد کرو جب ایسٹ انڈیا کے نام سے کمپنی قائم کر کے چند انگریزوں نے اپنی تجارتی پالیسی کے بل بوتے پر عمل پیرا ہو کر پورے برصغیر کو اپنے دار و گیر میں لے لیا تھا اور اس خطہ پر حکمرانی کرنے کے لیے براجمان ہو گئے تھے۔ یہ ابھی کوئی دور کی بات نہیں زمانہ قریب ہی کی کہانی ہے۔ ٹھیک ہے وہ (اقوامِ کفر) نیٹو کی شکل میں اکٹھے ہیں۔ مگر اس کے مقابل تم بھی تو اکیلے نہیں ہو۔ بلاؤ اپنے مسلمان ممالک کو، ایران، سعودی عرب، ملائشیا، مصر، سوڈان سمیت اٹھاون اسلامی ممالک، پھر اسلامی تحریکوں اخوان المسلمین، حزب اللہ، لشکر طیبہ، لشکر محمدی، جہاد اسلامی، تحریک اسلام سمیت سینکڑوں جہادی تنظیموں کو، لیڈروں کو، مجاہدین کو بلاؤ اگر تم میں کچھ اپنی غیرت ہے۔ اگر تم میں کچھ نہ کچھ خیالِ مسلم ہے۔ اگر اب بھی آپ نے سجدے پر قیام کو ترجیح نہ دی تو وہ دن کب آئے گا؟

آپ کو یہ بات بھی نہ بھولنی چاہیے کہ جب تاتاریوں نے عربوں کو روند ڈالا تھا۔ بغداد کے حکمران معتصم باللہ کو محل سے گرفتار کر کے ہلاکو خان نے اسے پابہ جولاں کر دیا تھا اور اس بادشاہ کا سونا چاندی اور درہم و دینار سب کچھ اکٹھا کر کے اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔ جب ناشتے کا وقت آیا تو ہلاکو خان نے سادہ ناشتہ کیا اور معتصم باللہ کے سامنے سونے کی طشتری میں اس کا جمع شدہ سونا اور چاندی اور ہیرے وجواہرات میں سے ناشتہ چن دیا اور کہا اے معتصم ناشتہ کرو......!

معتصم پھٹی ہوئی آنکھوں سے ہلاکو خان کو دیکھ کر کہنے لگا! میں یہ سونا چاندی کیسے کھاؤں؟ ہلاکو نے کہا معتصم، جو تم جمع کرتے رہے ہو اُسی کا ناشتہ بھی کرو، افسوس ہے معتصم تم پر کہ تم نے اس مال سے اسلحہ نہ خریدا، اپنے محل میں آہنی جالیوں کو نہ بنایا، بلکہ انھیں پگھلا کر تیر کیوں نہ بنائے جو تمہاری افواج ہمارے سپاہیوں پر برساتیں اور ہمارا مقابلہ کرتیں۔ تم یہ جواہرات جمع کرنے کے بجائے اپنے سپاہیوں کو رقم دے دیتے تاکہ وہ جاں بازی وجاں سپاری سے ہمارے فوجیوں سے لڑتے اور دادِ شجاعت دیتے۔

اے حکمرانانِ پاکستان! آپ کی آنکھیں کب کھلیں گی، آپ اپنے وطن کے رکھوالے کب بنیں گے، اپنے لوگوں پر کرم کی نگاہیں کب ڈالیں گے؟ آپ دیکھیں یہ وہی لوگ ہیں جو برے وقت میں ملکی سرحدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور برے وقتوں میں اپنی افواج کے ہراول دستے میں شامل رہتے ہیں۔ خدارا میر جعفر، میر صادق کے ہم نشین نہ بنیں اور ان کے واقعات ذہن نشین کر لیں۔ دشمن تو دشمن ہی ہوتا ہے اس نے کبھی مسلم دوستی کی لاج نہیں رکھی، اس نے ہمیشہ مسلم کشی کو وتیرہ بنائے رکھا ہے۔ دیکھتی آنکھوں اور سنتے کانوں بھی اگر آپ کو ہوش نہ آیا تو کب آپ کی رگِ حمیت پھڑکے گی؟ خدانخواستہ کبھی یہ نہ ہو جائے کہ ''چڑیاں کھیت ہی چگ جائیں'' اور تم اُس وقت نیٹو جیسے خون خواروں کی دوستی کو یاد کرنے بیٹھ جاؤ جب تمہاری گردنوں پر بھی اس کے میزائل کا دھانہ جڑا ہوا ہو اور تمھیں تمہاری غیرت یاد دلانے کے لیے تم پر بھی اس کی چالبازی کا وار ہو جائے۔ لہٰذا تدبر، فہم و فراست اور اسلامی حمیت و غیرت کا تقاضا ہے کہ اپنے گھوڑوں کو دشمن کی تیاری دیکھتے ہوئے تیار رکھو اور ملکی سلامت پر آنچ نہ آنے دو۔ اللہ کریم ہمارا حامی و ناصر ہو اور ہمارے حکم رانوں کو بیدار کر کے دشمن کے دانت کھٹے کرنے کے لیے مستعد فرمائے، آمین۔



سہ ماہی پرگرام تحریک دعوتِ توحید پاکستان

یہ تحریک ہے کوئی مستقل جماعت نہیں اس لیے آپ اپنی اپنی جماعتوں اور منصب پر رہتے ہوئے اس کی بھی ذمہ داری قبول فرمائیں اور اپنے اپنے حلقہ میں توحید وسنت کا پرچار کریں۔ ہمارا آپ سے وعدہ ہے کہ ہم اسے کبھی باقاعدہ جماعت کی شکل نہیں دیں گے۔ کیونکہ یہ مستقل جماعت نہیں اس لیے آپ پمفلٹ، اسٹیکرز اور وال چاکنگ پر تحریک کے نام کی بجائے اپنے ادارے یا جماعت کا نام لکھیں تو ہمیں اس پر از حد خوشی ہوگی۔ جو علماء اپنی مدد آپ کے تحت تحریک میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ ہم سے رابطہ فرمائیں۔ تحریک کے پرگراموں کا کسی پر مالی بوجھ نہیں ہوگا۔ الیکشن کی گہما گہمی کے باوجود درج ذیل پروگرام مقامی جماعتوں کی خواہش پر منعقد کیے گے۔

تعداد پرگرامز: (37)

جنوری	دن	وقت	مقام	خطباء کرام
۱	منگل		مسجد اہلحدیث جناب یسین وٹو فیروز وٹواں	میاں محمد جمیل کنوینز تحریک، مولانا سلیمان اثری
۲	بدھ		مسجد قاری عبدالغفار شہر شیخوپورہ	// مولانا منیر احمد
۶	اتوار		مسجد اقصیٰ بلال کالونی ساہیوال	// قاری تاج دین
۲۰	اتوار		مرکز اہلحدیث برکت ٹاؤن ساہیوال	// مولانا صاحبزادہ قاری محمد رمضان
۲۳	بدھ		مسجد اہلحدیث پتوکی پرانی منڈی	// مولانا قاری رمضان
۲۷	جمعرات		پیپلز کالونی گوجرانوالہ	میاں محمد جمیل
۲۹	اتوار		جامعہ ابوہریرہ دروغہ والا (طلبہ کنونشن)	// مولانا نعیم بٹ
۲ فروری	ہفتہ		چک #۴ رینالہ خورد	// حافظ عبدالوہاب روپڑی، حافظ سلیمان عابد
۳	اتوار		مرکزی مسجد اہلحدیث بھوئے آصل	میاں محمد جمیل
۷	جمعرات		جامعہ ابی ہریرہ رینالہ خورد	//
//	//		مسجد اہلحدیث حافظ آباد روڈ	// فضائل صحابہ کانفرنس
۱۰	اتوار	عصر	مرکزی مسجد بہاولنگر مولانا محمد اکرم طارق جامعہ تنویر القرآن لوہاروال	میاں محمد جمیل، مولانا حکیم ثناءاللہ، قاری تاجدین
//	//	مغرب	مرکزی مسجد اہلحدیث قبولہ	// // //
//	//	عشاء	مسجد اہلحدیث اوڈانوالی عارف والا	// // //
۲۸	جمعرات		بابا بالانز در ینالہ	میاں محمد جمیل، پروفیسر عبداللہ کلیم
۶ مارچ	جمعرات		رینالہ شہر	// //
۹	اتوار		مسجد اہلحدیث اتفاق ٹاؤن لاہور	میاں محمد جمیل، قاری حبیب الرحمٰن
۱۰	پیر		جامعہ حرمین ظفروال	//، قاری عبدالمتین اصغر، نذیر احمد ملہی، پروفیسر نسیم احمد جہ
//	//	ظہر	مرکزی مسجد اہلحدیث شکرگڑھ	// // // // //
//	//	عصر	مرکزی مسجد اہلحدیث نارووال	// // // // //
//	//	مغرب	مرکزی مسجد اہلحدیث بدوملہی مولانا نیر اقبال والی	میاں محمد جمیل، قاری عبدالمتین اصغر
//	//	عشاء	مرکزی مسجد اہلحدیث قلعہ کالر	// //
۱۲	بدھ	ظہر	مسجد قدس گلستان کالونی فیصل آباد	میاں محمد جمیل، مولانا ارشد بیگم کوٹی، مولانا ارشاد الحق اثری
//	//	عصر	جامعہ اہلحدیث مدرگلی فیصل آباد	// //
//	//	مغرب	مسجد اہلحدیث کھرڑیانوالہ	// // مولانا تنویر احمد فاروقی
//	//	عشاء	جامع اہلحدیث فیروز وٹواں	//
۱۳	جمعرات	مغرب	مسجد احمد مصطفیٰ پرانی منڈی پتوکی	//
//	//	عشاء	جامع اہلحدیث روف مارکیٹ اوکاڑہ	میاں محمد جمیل، قاری تاج دین، پروفیسر عبداللہ کلیم
۱۵	ہفتہ		مدرسہ دارالقراء کوٹ حاجی جلال دین چھانگا مانگا	میاں محمد جمیل
۱۶	اتوار	عصر	شامکوٹ (قصور)	میاں محمد جمیل، قاری تاجدین، حکیم ثناءاللہ
//	//	مغرب	ارزانی پور قصور	// // //
۱۸	منگل		جامع توحید گنج گرجاکھ روڈ گوجرانوالہ	میاں محمد جمیل (کانفرنس)
۱۹	بدھ		بندیاں والا پل چونگی امرسدھو لاہور	// (جلسہ عام)
۲۰	جمعرات		تاجپورہ لاہور	// (کانفرنس)
۲۱	جمعہ		جامعہ ابی ہریرہؓ دروغہ والا لاہور	// (ختم نبوت کانفرنس)
۲۵	منگل		مریدکے	// (جلسہ عام)

نوٹ: لاہور، سادھوکی، نارنگ منڈی، قلعہ کالر، پسرور، سیالکوٹ، ڈسکہ، لالہ موسیٰ، گوجرانوالہ، اوکاڑہ، ساہیوال، کسووال، ملتان اور کھڑلیانوالہ کے احباب نے ملتان تا لاہور تا جہلم، مریدکے تا شکرگڑھ، نارووال، پسرور تا سیالکوٹ، ڈسکہ لاہور تا فیصل آباد وال چاکنگ کروائی۔

لٹریچر کی تقسیم: سکولوں، کالجوں، بسوں اور مساجد میں 20,000 پمفلٹ تقسیم اور 15,000 اسٹیکرز چسپاں کروائے گے۔ مولانا عبدالرحمٰن فردوسی کروڑ پکا اور مولانا قاری عبدالمتین اصغر لاہور نے دس دس ہزار پمفلٹ چھپوائے۔ جزاہم اللہ احسن الجزا۔

فہرست اردو کتب

مکتبہ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

۲۹۷ء۲۶ محمد بن اسماعیل بخاری، مترجم: مولانا محمد ابوالحسن
ب۳۰ا ح فیض الباری ترجمۃ اردو صحیح البخاری مع فوائد، مجلد۴، مطبع محمدی لاہور۔س، ن

۲۹۷ء۲۶ محمد بن اسماعیل بخاری، مترجم: محمد ابوالحسن
ب۳۰ا ح فیض الباری ترجمہ صحیح البخاری مع فوائد، ۸ مجلد، مطبع محمدی لاہور۔س، ن

۲۹۷ء۲۶ محمد بن اسماعیل بخاری، مترجم: وحید الزمان
ب۳۰و تسہیل القاری ترجمہ صحیح البخاری مع فوائد، ۵ مجلد، مطبع صدیقی لاہور ۱۳۰۷ھ

۲۹۷ء۲۶ محمد بن اسماعیل بخاری، شارح: پروفیسر ڈاکٹر عبدالکبیر محسن
ب۳۰ت توفیق الباری شرح صحیح البخاری، ص: ۹۴۵، مکتبہ قدوسیہ لاہور ۲۰۰۷ء

۲۹۷ء۲۶ حافظ ابن حجر عسقلانی، مترجم: مولانا عبدالتواب
ا۱۲۴ب بلوغ المرام، ص: ۴۸۰، فاروقی کتب خانہ ملتان ۱۹۸۱ء۔ ۱۹۹۶ء

۲۹۷ء۲۶ حافظ ابن حجر عسقلانی، مترجم: مولانا عبدالتواب
ا۱۲۴ب بلوغ المرام، ص: ۴۸۰، نشر السنہ ملتان ۱۹۸۶ء

۲۹۷ء۲۶ حافظ ابن حجر عسقلانی، مترجم: عبدالتواب
ا۱۲۴ب بلوغ المرام من احادیث الاحکام، ص: ۲۳۴، المطبعۃ السّلفیہ ملتان ۱۳۴۴ھ

۲۹۷ء۲۶ حافظ ابن حجر عسقلانی، مترجم: عبدالتواب
ا۱۲۴ب بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام، ص: ۲۲۶، تاجران کتب ملتان ۱۳۴۱ھ

۲۹۷ء۲۶ ابن حجر عسقلانی، مترجم: محمد حیات سندھی
ا۱۲۴ات تعطیر المشام ترجمہ بلوغ المرام، ص: ۲۹۵، مطبع کریمی لاہور۔س، ن

۲۹۷ء۲۶ محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی
خ۵۸م مشکوٰۃ شریف، مترجم: ج:۶، المکتبہ الاثریہ شیخوپورہ۔س، ن

۲۹۷ء۲۶ محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی
خ۵۸ق الملتقطات علی ترجمۃ المشکوٰۃ، ج:۸، مطبع احمدی لاہور۔س، ن

۲۹۷ء۲۶ محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی، مترجم: عبدالسلام بستوی
خ۵۸ا انوار المصابیح ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح، ج:۲، کتب خانہ مسعودیہ دہلی۔س، ن

۲۹۷ء۲۶ عبدالغفور بن محمد بن عبداللہ الغزنوی
ع۴۵م مشکوٰۃ الانوار تسہیل مشارق الانوار، ص: ۶۴۰، مطبع فاروقی دہلی۔س، ن

۲۹۷ء۲۶ محمد قطب الدین
ق۶۵۲م مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ، ج:۴، مطبع منشی تیجکمار لکھنؤ ۱۹۵۲ء

۲۹۷ء۲۷ ڈاکٹر محمد ادریس زبیر
ا۳۲ح حفاظت حدیث کیوں، ص: ۴۲، بزم توحید کراچی ۲۰۰۳ء

۲۹۷ء۲۷ ہدایت اللہ ندوی
ھ۶۵۵ف فتنہ انکارِ حدیث کی سرگزشت، ص: ۱۴۲، جامعہ محمدیہ اوکاڑہ

۲۹۷ء۲۷ مولانا محمد اسماعیل سلفی
ا۴۲ح حجیت حدیث، ص: ۲۰۲، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور ۱۹۸۱ء

۲۹۷ء۲۷ حافظ محمد ایوب
ا۹۸ف فتنہ انکارِ حدیث، ص: ۹۶، مکتبہ رازی کراچی

۲۹۷ء۲۷ سید محمد امین الحق
ا۱۰۷ب بصائر السنہ، ص: ۲۹۵، فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور ۱۹۵۵ء

۲۹۷ء۲۷ ڈاکٹر اختر حسین ایم۔اے
ا۲۰۲ش شرح تراجم اردو، ص: ۲۷۲، جامعہ اکیڈمی گوجرانوالہ ۱۹۹۹ء

۲۹۷ء۲۷ مفتی اللہ بخش
۶۵م(مایفید الناس فی شرح قال بعض الناس مع مقدمہ صحیح البخاری،ص:۱۲۸،ادارہ توحید وسنت ملتان۔س،ن

۲۹۷ء۲۷ ارشادالحق اثری
۱۹۹(احادیث صحیح بخاری ومسلم کو مذہبی داستانیں بنانے کی ناکام کوشش،ص:۲۲۴،ادارہ العلوم الاثریہ فیصل آباد

۲۹۷ء۲۷ مولانا محمد ابوالقاسم بنارسی
۴۵(الامر المبرم لابطال الکلام المحکم ،ص:۲۴۵، اہل حدیث اکادمی لاہور۱۳۲۹ھ

۲۹۷ء۲۷ مولانا محمد اسماعیل سلفی
۴۲ج(جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث،ص:۱۱۲، مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور۔س،ن

۲۹۷ء۲۷ محمد اعظم
۵۴م(مقامِ حدیث،ص:۶۹، مدرسہ تعلیم القرآن اہل حدیث گوجرانوالہ۲۰۰۵ء

۲۹۷ء۲۷ امین احسن اصلاحی
۵۱۸م(مبادی تدبر حدیث،ص:۵۷، فاران فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۸۹ء

۲۹۷ء۲۷ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ
۱۲۳آ(ائمہ سلف اور اتباعِ سنت،ص:۱۲۸، سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں وکشمیر۱۹۸۷ء

۲۹۷ء۲۷ ابوبسام خالد بن محمد
ب۵۲۱ر رحیق الارواح،ص:۶۸۷، فاروقی کتب خانہ لاہور ۱۹۹۵ء

۲۹۷ء۲۷ محمد حسین بٹالوی
ب۲۸۲م منح الباری فی ترجیح صحیح البخاری،ص:۱۳۲۔س،ن

۲۹۷ء۲۷ عبدالعزیز بن باز
ب۱۸۲ف فتنہ انکارِ حدیث اور اسلام،ص:۳۲، مرکز الدراسات الاسلامیہ ملتان۔س،ن

۲۹۷ء۲۷ بہادر بیگ
ب۵۷ح حدیث رسول مقبول اور مولانا مودودی صاحب، ص:۳۲۔س،ن

۲۹۷ء۲۷ ثناء اللہ امرتسری (مجموعہ پانچ کتب)
ث۲۷ح حجیت حدیث اور اتباع الرسول، ص:۵۶، اخبارِ اہل حدیث امرتسر

(۲) تحفۃ النجدیہ اعنی فصل قضیۃ الاخوان،ص:۶۴

(۳) فیصلہ آرہ مع جواب حق الیقین وغیرہ،ص:۶۳

(۴) غزنوی نزاع کا فیصلہ(فیصلہ مکہ کا جواب)

(۵) الامر قد استحکم بجواب الدلیل المحکم،ص:۲۴

(۶) القول الفصیح تحقیق المہدی ومسیح، حاجی محمد اسحاق حنیف

(۷) مسئلہ ادائے زکوۃ اور امامت مولوی عبدالوہاب،ص:۳۸

(۸) مولانا عبدالوہاب دہلوی کی وضاحتیں

(۹) سوداگران دہلی کی طرف سے مولانا عبدالوہاب کا جواب

۲۹۷ء۲۷ جماعت المسلمین
ج۵۲ب برہان المسلمین، ص:۲۳۴، جماعت المسلمین منصورہ کراچی۱۹۸۰ء

۲۹۷ء۲۷ مولانا عبدالغفار حسن
ح۴۴(اسلام میں سنت کا مقام،ص:۶۴، رباط العلوم الاسلامیہ کراچی۱۹۹۰ء

۲۹۷ء۲۷ عبدالغفار حسن(مجموعہ پانچ کتب)
ح۴۴س (ا) سنت قرآنِ حکیم کی روشنی میں، ص:۴۰، جامعہ تعلیماتِ اسلامیہ فیصل آباد

(۲) سنت اور اتحادِ ملت،ص:۱۶

(۳) انکارِ حدیث حق یا باطل،ص:۱۲۰،صفی الرحمٰن الاعظمی

(۴) حدیث کی اہمیت،ص:۶۴

(۵) حدیث رسول اور پرویز،ص:۵۵

''الاعتصام'' سے بھرپور تعاون فرمائیں

قارئین گرامی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

گزشتہ عرصے سے جس رفتار سے مہنگائی کا عفریت اپنے ڈراؤنے دانتوں سے ہمیں ڈرا رہا ہے اس سے بڑے بڑوں کے دل دہل گئے ہیں۔ گیس، پانی، بجلی، اشیائے ضروریہ کی مہنگائی کے علاوہ دینی رسائل وجرائد کے لیے پرنٹنگ پیپر تقریباً روزانہ کی بنیاد پر مہنگا کیا جارہا ہے۔ طباعت، فولڈنگ، ترسیل کے اخراجات اس کے علاوہ ہیں۔ مہنگائی کے اس سبب کے باعث الاعتصام کا خسارہ بھی دن بہ دن بڑھتا جارہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حوصلے کی بات ہے کہ ہمارے کارکنان الاعتصام جن کا معمولی اعزازیوں پر ہمارے ساتھ شریک سفر ہونا ایک بڑی بات ہے۔ اگر ان کا تعاون شامل نہ ہو تو یقیناً الاعتصام کا یہ سفر ایک سوالیہ نشان بن جائے۔

ہم اپنے قارئین گرامی ومخیرّ احباب سے درخواست کریں گے کہ اس مہنگائی کے عفریت کو روکنے کے لیے اور تبلیغی ودینی سفر میں ہمارے ساتھ دست تعاون بڑھاتے ہوئے صدقہ جاریہ میں شامل ہوکر عنداللہ ماجور ہوں، جزاکم اللہ خیراً عن جمیع المسلمین

[اراکین ادارہ]

ابقاء المنن بالقاء المحن

یعنی

خود نوشت سوانح حیات

نواب سید محمد صدیق حسن خان رحمہ اللہ

(۱۸۳۲ء — ۱۸۹۰ء)

تسہیل
مولانا محمد خالد سیف
رفیق، ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد

تنقیح و نظر ثانی
قاری نعیم الحق نعیم رحمہ اللہ
رفیق، دار الدعوۃ السلفیہ، لاہور

ناشر:
دار الدعوۃ السلفیہ
شیش محل روڈ، لاہور، پاکستان
042-735 4406

ملنے کا پتا
دار الکتب السلفیہ
شیش محل روڈ، لاہور، پاکستان
042-723 7184